اردو ترجمہ

اسرارِ خودی

از

ڈاکٹر سید حامد حسین

بھوپال بک ہاؤس
بدھوارہ بھوپال

اردو ترجمہ

اسرارِ خودی

مصنفہ

ڈاکٹر محمدؐ اقبال

مترجمہ

ڈاکٹر سید حامد حسین

ناشر

بھوپال بک ہاؤس

بدھوارہ ، بھوپال

طبعِ اوّل	۱۰۰۰
قیمت	چار روپے پچاس پیسے
طباعت	کوہ نور پریس دہلی
کتابت	محمد حسین

© ڈاکٹر حامد حسین

دیباچہ

ڈاکٹر اقبال کے فکر و فلسفے کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اُن کے فارسی کلام کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ اس لئے یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اُن کی فارسی شاعری کا اُردو ترجمہ پیش کیا جائے تاکہ اُردو داں حضرات ڈاکٹر اقبال کی اہم تصانیف سے بخوبی واقف ہو سکیں۔ ترجمے کو اصل سے قریب رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور معنی کی وضاحت کے لئے جن زائد الفاظ کی ضرورت محسوس ہوئی ہے اُنھیں قوسین میں درج کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ اشعار کی تفصیلی تشریح پیش نہیں کرتا۔ تفصیلی مطالعے کے لئے جداگانہ شرحیں دستیاب ہیں۔ موجودہ ترجمے کا مقصد اقبال کے فارسی اشعار کو اُردو نثر کا ایک ایسا جامہ پہنانا ہے جس کی مدد سے قاری اقبال کے اشعار کو اُن معنوی حدود کے اندر سمجھ سکے جن میں رہتے ہوئے اقبال نے انھیں پیش کیا ہے۔ اس ترجمے کی مدد سے اقبال کے اشعار کے معنوی تسلسل اور اُنکی منظومات کے مجموعی تاثر کا بھی پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ ترجمہ اقبال کے ناقدین اور فارسی زبان کے طلبا کو بھی ان اشعار کا بنیادی مفہوم متعین کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔

سید حامد حسین

عرضِ ناشر

ادارہ بھوپال بک ہاؤس بھوپال ۱۹۶۷ء میں قائم ہوا جس نے اردو میں نشر و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ جو کہ اب تک تقریباً ۲۵ کتابیں شائع کر چکا ہے اس وقت پورے مدھیہ پردیش میں اردو کی نشر و اشاعت کا واحد مرکز ہے۔

اقبالیات کے سلسلے میں ادارہ کا یہ پہلا قدم ہے بھوپال سے علامہ اقبال کا جو قریبی تعلق رہا ہے اس سلسلہ میں ہمارا فرض تھا کہ بھوپال بک ہاؤس سے کوئی کتاب اردو دوستوں کی خدمت میں پیش کی جاتی یہ اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔

امید ہے کہ دوستوں اور ادبی حلقوں میں یہ کاوش پسند کی جائے گی۔

آپ کی معاونت سے ادارہ اس سلسلہ میں مزید کارہائے نمایاں انجام دیتا رہے گا

خان باسط

۲۵ مئی ۱۹۷۸ء

بھوپال بک ہاؤس

بدھوارہ۔ بھوپال

اسرارِ خودی

مضامین

صفحہ نمبر

۱۔ تمہید ۷
۲۔ دربیان اینکہ اصلِ نظامِ عالم از خودی است و تسلسل حیاتِ تعیناتِ وجود بر استحکامِ خودی انحصار دارد۔ ۱۶
۳۔ دربیان اینکہ حیاتِ خودی از تخلیق و تولیدِ مقاصد است۔ ۲۰
۴۔ دربیان اینکہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد۔ ۲۴
۵۔ دربیان اینکہ خودی از سوال ضعیف می گردد۔ ۲۹
۶۔ دربیان اینکہ چوں خودی از عشق و محبت محکم می گردد۔ قوائے ظاہرہ و مخفیۂ نظامِ عالم را مسخر می سازد۔ ۳۱
۷۔ حکایت دریں معنی کہ مسئلہ نفی خودی از مخترعات اقوام مغلوبۂ بنی نوعِ انسان است کہ بایں طریقِ مخفی اقوام غالبہ را ضعیف می سازند۔ ۳۴
۸۔ درمعنی اینکہ افلاطونِ یونانی کہ تصوف و ادبیاتِ اقوام اسلامیہ از افکارِ او اثرِ عظیم پذیرفتہ بر مسلک گوسفندی رفتہ است و از تخیلاتِ او احتراز واجب است۔ ۳۹
۹۔ در حقیقتِ شعر و اصلاحِ ادبیاتِ اسلامیہ۔ ۴۱
۱۰۔ دربیان ایں کہ تربیت خودی را سہ مراحل است مرحلۂ اوّل

صفحہ نمبر

را اطاعت و مرحلۂ دوم را ضبط نفس و مرحلۂ سوم
را نیابتِ الٰہی نامیدہ اند۔ ۴۸
۱۱۔ در شرحِ اسرارِ اسمائے علی مرتضیٰ رضؓ۔ ۵۵
۱۲۔ حکایتِ نوجوانے از مرد کہ پیشِ حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ
آمدہ از ستمِ اعدا فریاد کرد۔ ۶۱
۱۳۔ حکایتِ طائرے کہ از تشنگی بیتاب بود۔ ۶۴
۱۴۔ حکایتِ الماس و زغال ۶۶
۱۵۔ حکایتِ شیخ و برہمن و مکالمۂ گنگا و ہمالہ در معنی ایں کہ تسلسلِ
حیاتِ ملّیہ از محکم گرفتن روایاتِ مخصوصہ ملّیہ می باشد۔ ۶۸
۱۶۔ در بیان ایں کہ مقصدِ حیاتِ مسلم اعلائے کلمۃ اللہ است
و جہاد اگر محرک او جوع الارض باشد در مذہب اسلام حرام
است۔ ۷۲
۱۷۔ اندرز میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی کہ برائے
مسلمانانِ ہندوستان رقم فرمودہ است۔ ۷۵
۱۸۔ الوقت سیف۔ ۸۲
۱۹۔ دعا ۸۸

اسرار خودی

اشعار رومی

کل شیخ چراغ لے کر شہر کے گرد گھوم رہا تھا (اور کہتا تھا) کہ میں چرندوں اور درندوں سے تنگ آ گیا ہوں اور انسان میری آرزو ہے۔
ان نکمے ہمراہیوں سے میرا دل بیزار ہے۔ میری آرزو تو شیر خدا (حضرت علیؓ) اور رستم دستان (پہلوان) ہیں۔
میں نے کہا کہ آپ جو چیز تلاش کرتے ہیں وہ پائی نہیں جاتی۔ انھوں نے کہا جو چیز پائی نہیں جاتی وہ ہی میری آرزو ہے۔

تمہید

شعر نظیری

میرے جنگل کے خشک و تر میں کوئی کمی نہیں جس درخت کی لکڑی منبر نہیں بن سکتی، اس سے سولی بنوا دیتا ہوں۔

۱۔ جب عالم کو روشن کرنے والے سورج نے رات کی راہ کاٹ دی تو میرے آنسوؤں نے پھول کے چہرے پر چھینٹے دیئے۔
۲۔ میرے آنسوؤں نے نرگس کی آنکھ سے نیند دھو ڈالی۔ میرے

ہنگامے سے سبزہ بیدار ہو کر اُگ آیا۔

۳۔ باغباں نے میرے زورِ کلام کو آزمایا۔ مصرع بویا اور تلوار کاٹی

۴۔ باغ میں اُس نے سوائے میرے آنسوؤں کے دانے کے کچھ نہ بویا او

میرے نالوں کے تلنے کو باغ کے بانے سے ملا دیا

۵۔ میں ذرہ ہوں لیکن عالم کو روشن کرنے والا سورج میرا ہے اور

سینکڑوں صبحیں میرے گریبان میں ہیں۔

۶۔ میری خاک جامِ جمشید سے زیادہ روشن ہے۔ اور دنیا میں جو ابھی

وجود میں کبھی نہیں آیا ہے وہ اس کا بھی راز جاننے والی ہے۔

۷۔ میری نکر اُس ہرن کو شکار کر کے تسمے میں باندھ کر لٹکا لیتی ہے

جس نے ابھی تک عدم سے باہر قدم نہیں رکھا ہے۔

۸۔ جو سبزہ ابھی تک نہیں اُگا ہے وہ میرے گلشن کی زینت ہے جو

پھول ابھی تک شاخ کے اندر چھپا ہوا ہے، وہ میرے دامن میں ہے۔

۹۔ میں نے نغمہ سرود کی محفل برہم کر دی ہے اور رگِ کائنات کو

اپنے مضراب سے چھیڑ رہا ہوں۔

۱۰۔ میری فطرت کے ساز میں انوکھے نغمے ہیں۔ میرے ہم نشین

ان نغموں سے ناواقف ہیں۔

۱۱۔ دنیا میں میں ایک ایسا سورج ہوں جو نیا نیا پیدا ہوا ہے۔ اور جس نے

آسمان کے قانون اور ضابطے ابھی نہیں دیکھے ہیں۔

۱۲۔ میری روشنی سے ستارے ابھی تک نہیں چھپے ہیں۔ میرے

پارے میں ابھی تڑپ نہیں آئی ہے۔

۱۳۔ سمندر ابھی میری روشنی کے رقص سے اور پہاڑ میری حنا کے

رنگ سے بے بہرہ ہے۔

۱۴۔ دنیا کی آنکھ مجھ سے مانوس نہیں اور اپنے ظہور کے خوف سے میرے بدن پر لرزہ طاری ہے۔

۱۵۔ میری صبح مشرق سے آپہنچی اور رات دور ہوئی۔ دنیا کے پھول پر ایک نئی شبنم آبیٹھی۔

۱۶۔ میں صبح سویرے اٹھنے والوں کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ خوش نصیب ہیں جو میری آتش کی زرتشتیوں کی طرح پرستش کرتے ہیں۔

۱۷۔ میں ایک ایسا نغمہ ہوں جو مضراب سے بے نیاز ہو۔ میں کل کے (مستقبل کے) شاعر کی آواز ہوں۔

۱۸۔ میرا زمانہ رازوں کو سمجھنے اہلیت نہیں رکھتا، اس لئے میرا یوسف اس بازار کے واسطے نہیں ہے۔

۱۹۔ میں پرانے دوستوں سے ناامید ہوں۔ میرے طور پر آگ جل رہی ہے شاید کوئی کلیم (موسیٰ) آجائے۔

۲۰۔ میرے دوست جن سمندروں کے مالک ہیں وہ شبنم کی طرح بلا ہنگامے کے ہیں اور میری شبنم سمندر کی طرح اپنے دامن میں طوفان لئے ہوئے ہے۔

۲۱۔ میرا نغمہ ایک دوسرے جہاں سے آیا ہے۔ اس جرس کیلئے ایک دوسرا ہی کارواں ہے۔

۲۲۔ بہت سے شاعر ایسے ہیں جو موت کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور ہماری آنکھیں کھول دیتے ہیں۔

۲۳۔ وہ موت سے پھر زندگی کا ساز و سامان باہر کھینچ لاتے ہیں اور

اپنے مزار کی خاک سے پھول کی طرح نکل آتے ہیں

۲۴- حالانکہ اس صحرا سے بہت سے قافلے گزر گئے۔ لیکن اونٹنی
قدموں کی طرح بہت کم آواز ہوئی۔

۲۵- میں عاشق ہوں اور فریاد میرا ایمان ہے۔ اس طرح ک
حشر کا شور میری فریاد کی شور کے پیش خیمے میں سے ہے۔

۲۶- میرا نغمہ تار کے اندازے اور صلاحیت سے زیادہ ہے یہ
اپنے ساز کے ٹوٹ جانے سے کبھی نہیں ڈرتا۔

۲۷- قطرے کا میرے سیلاب سے بے تعلق رہنا بہتر ہے اور سمن
کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس (سیلاب) کے ہنگامہ سے دیوانہ بنا رہے
۲۸- میرا سمندر کسی نہر میں نہیں سما سکتا۔ میرے طوفان کے لئے
کئی سمندر چاہئیں۔

۲۹- جو کلی بڑھ کر باغ نہ بن سکتی ہو وہ میرے ابر بہار کے لائق نہیں
ہو سکتی۔

۳۰- میری جان میں بجلیاں سوئی ہوئی ہیں۔ پہاڑ اور بیابان میری گ
رفتاری کے میدان ہیں۔

۳۱- اگر تو صحرا ہے تو میرے سمندر سے مقابلہ کر اور اگر تو کوہ طور ہے
تو میری بجلی کو اپنے اندر سمیٹ لے۔

۳۲- قدرت نے آب حیات کا چشمہ میرا مقسوم کیا ہے اور مجھے
زندگی کے راز کو جاننے والا بنا دیا ہے۔

۳۳- ذرہ میری آواز کے سوز سے زندہ ہو گیا۔ اس نے پر کھولے
اور جگنو بن گیا۔

۳۴۔ وہ راز جو میں بیان کر رہا ہوں، کسی نے نہیں بتائے۔ میری فکر کی طرح کسی نے موتی نہیں پروئے۔

۳۵۔ اگر تو دائمی زندگی کا راز جاننا چاہتا ہے تو میرے پاس آ۔ اگر ساری زمین، سارا آسمان چاہتا ہے تو میرے پاس آ۔

۳۶۔ یہ راز مجھے بوڑھے آسمان نے بتلائے ہیں۔ اور ہم نشینوں سے راز چھپائے نہیں جا سکتے۔

۳۷۔ اے ساقی اٹھ اور ساغر میں شراب بھر اور دل سے زمانے کی پریشانی کو مٹا۔

۳۸۔ وہ شعلۂ آب (دے) کہ جس کی اصل زمزم ہے۔ اگر فقیر بھی اس کا پرستار ہو تو وہ جمشید بن جائے۔

۳۹۔ وہ (شراب) فکر کو زیادہ ہوشیار اور کھلی آنکھوں کو زیادہ بیدار کر دیتی ہے۔

۴۰۔ وہ گھاس کو پہاڑ کی وقعت دیتی ہے اور لومڑی کو شیروں کی قوت عطا کرتی ہے۔

۴۱۔ خاک کو ثریا کی بلندی دیتی ہے اور قطرے میں دریا کی وسعت پیدا کرتی ہے۔

۴۲۔ خاموشی کو قیامت کا ہنگامہ بناتی ہے اور چکور کے پنجے کو باز کے خون سے لال کرتی ہے

۴۳۔ اٹھ اور میرے جام میں خالص شراب انڈیل۔ میری فکر کی رات پر چاندنی بکھیر دے۔

۴۴۔ تاکہ میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو منزل کی طرف کھینچ لاؤں اور نگاہوں کو بیتابیٔ ذوق بخشوں۔

۴۵۔ میں نئی جستجو میں سرگرم ہو جاؤں اور نئی آرزو سے واقف ہو جاؤں۔

۴۶۔ اہل ذوق کی آنکھ کے لئے پتلی بن جاؤں۔ آواز کی طرح زمانے کے کان میں گم ہو جاؤں۔

۴۷۔ شاعری کی جنس کی قیمت اونچی کروں اور اپنے آنسوؤں کو اپنی متاع بناؤں۔

۴۸۔ پیر روم (رومیؒ) کے فیض سے میں پھر وہ دفتر پڑھ کر سنا دوں جس میں علوم کے بھید بند ہیں۔

۴۹۔ اُن کی (رومیؒ کی) جان شعلوں سے مالامال ہے اور مجھے بس چنگاری کی طرح دم بھر کے لئے چمکتا ہے۔

۵۰۔ جلتی ہوئی شمع نے میرے پروانے پر حملہ کر دیا۔ شراب نے میرے جام پر چھاپہ مارا۔

۵۱۔ پیر روم نے (میری) خاک کو اکسیر بنا دیا اور میری خاک سے طرح طرح کے جلوے بیدار کر دیئے۔

۵۲۔ ذرے نے بیابان کی خاک سے اپنا سازو سامان تیار کیا تاکہ سورج کی کرن ہاتھ آسکے۔

۵۳۔ میں موج ہوں اور میں نے اُن (رومی) کے سمندر میں پڑاؤ ڈالا ہے تاکہ میں چمکتا ہوا موتی حاصل کروں۔

۵۴۔ میں وہ ہوں کہ اُن کی شراب سے سرمست ہوں اور انھیں

کی سانسوں (اشعار) سے زندہ ہوں۔

۵۵۔ رات میرا دل فریاد پر مائل تھا۔ خاموشی کی دنیا میری
دہائیوں سے آباد تھی۔

۵۶۔ میں زمانے کے غموں کی پریشانی کا شکوہ کر رہا تھا اور محرومی پر
نالاں تھا۔

۵۷۔ میری نگاہیں اس قدر بے آب ہو گئیں کہ ان کے بال و پر
ٹوٹ گئے اور میں سو گیا۔

۵۸۔ پیر رومؔ جن کی فطرت حق کی خود نمودار ہوئے۔ وہ پیر رومؔ کہ
جنھوں نے فارسی میں قرآن لکھا۔

۵۹۔ انھوں نے کہا کہ اے عشق والوں کے دیوانے، عشق کی
خالص شراب سے ایک گھونٹ لے۔

۶۰۔ اپنے جگر میں قیامت کا ہنگامہ پیدا کر۔ سر پر شیشہ اور آنکھوں
میں نشتر مارے۔

۶۱۔ ہنسی کو سینکڑوں نالوں کا سرمایہ بنالے اور خون کے آنسو
جگر کے ٹکڑوں کے مثل بنالے۔

۶۲۔ کب تک تو غنچہ کی طرح چپ رہے گا۔ پھول کی طرح اپنی
خوشبو کو عام کر دے۔

۶۳۔ سپند کی طرح (جو نظر بد کے اثر کو زائل کرنے کے لئے
جب جلایا جاتا ہے تو چٹکتا ہے) تو اپنی گرہ میں ہنگامہ رکھتا ہے بس
اپنی پوشیدگی کے سامان کو آگ پر رکھ دے۔

۶۴۔ گھنٹی کی طرح تو اپنے خاموش نالوں کو باہر نکال جو تیرے

بدن کے ہر حصے میں موجود ہیں۔

۶۵۔ تو آگ ہے، دنیا کی محفل کو جگمگا دے۔ دوسروں کو تو اپنی ہی آگ میں جلا دے۔

۶۶۔ بوڑھے شراب بیچنے والے کے راز صاف صاف بیان کر دے شراب کی موج بن جا اور صراحی کا جامہ پہن لے۔

۶۷۔ فکر کے آئینہ کے لئے پتھر بن جا اور کھلے بازار میں شیشے کو توڑ ڈال۔

۶۸۔ نے کی طرح تو سب کو نیستاں کی خبر دے۔ مجنوں کو لیلیٰ کے قبیلے کا پیغام دے۔

۶۹۔ ناد کے لئے نیا طریقہ ایجاد کر محفل کو تو نالہ و فغاں سے آباد کر

۷۰۔ اٹھ اور ہر زندہ کو ایک نئی جان دے اور اپنی "کھڑا ہو جا" کی صدا سے زندہ لوگوں کو زندہ تر کر

۷۱۔ اٹھ اور ایک دوسرے راستہ پر پیر رکھ اور پرانے جنون کا جوش سر سے اتار۔

۷۲۔ بات کہنے کی لذت سے واقف بن۔ اے قافلے کی گھنٹی تو بیدار ہو۔

۷۳۔ اس بات سے ایسا لگا، جیسے میرے دامن میں آگ لگ گئی ہو اور بانسری کی طرح میں نغموں کے ہنگامے سے لبریز ہو گیا۔

۷۴۔ میں اپنے تار سے آواز کے مثل نکلا اور کان کے لئے ایک جنت آراستہ کی۔

۷۵۔ میں نے خودی کے راز پر سے پردہ اٹھایا۔ اور خودی کے اعجاز کا بھید نمایاں کیا۔

۷۶۔ میری ہستی ایک ناتمام نقش تھی۔ نہ اُسے کوئی قبول کر سکتا تھا
ورنہ کسی کام آسکتا تھا۔

۷۷۔ عشق نے مجھے ریتی سے گھسا تو میں آدمی ہوا اور میں دنیا
کی کیفیت سے واقف ہوا۔

۷۸۔ میں نے آسمان کے پٹھوں کی حرکت دیکھی اور چاند کی رگوں
میں خون کی گردش کو دیکھا۔

۷۹۔ انسانوں کی خاطر میری آنکھ راتوں کو آنسو بہاتی یہاں تک
میں نے زندگی کے رازوں کا پردہ چاک کر دیا۔

۸۰۔ امکانات کے کارخانے کے اندر سے میں نے زندگی کے قیام
کے راز کو کھینچ نکالا۔

۸۱۔ میں وہ کہ جس نے اس رات کو چاند کے مثل آراستہ کیا ہے،
ملت اسلامیہ کے پاؤں کی خاک ہوں۔

۸۲۔ وہ ملت کو جس کا شہرہ باغ اور جنگل میں ہے۔ اُس کے
ساز نغمے دلوں کی گرمی ہیں۔

۸۳۔ اس نے ذرہ بویا اور آفتاب ڈھیر کر دیا اور اس کے
کھلیان میں سینکڑوں رومی اور عطار ہیں۔

۸۴۔ میں ایک گرم آہ ہوں۔ میں آسمان پر جا پہونچتا ہوں اگرچہ
میں دھواں ہوں لیکن آگ کے خاندان سے

۸۵۔ میرے قلم نے فکر بلند کی ہمت سے ان نو پردوں (آسمانوں)
کے راز (کھول کر) بیابان میں ڈال دیئے ہیں۔

۸۶۔ تاکہ قطرہ۔ دریا کا ہمسر ہو جائے اور ذرہ بڑھ کر صحرا ہو جائے

GHALIB ACADEMY

۸۷۔ اس مثنوی سے شاعری مقصود نہیں۔ نہ ہی بت پرستی یا بت گری مقصود ہے۔

۸۸۔ میں ہندوستانی ہوں اور فارسی سے بیگانہ ہوں۔ میں نیا چاند ہوں، میرا پیمانہ خالی ہے۔

۸۹۔ مجھ میں اندازِ بیان کے حسن کی تلاش نہ کر۔ مجھ میں خوانسار اور اصفہان (جہاں ایران کے مشہور شاعر پیدا ہوئے تھے) نہ ڈھونڈھ۔

۹۰۔ حالانکہ ہندوستانی زبان مٹھاس میں شکر ہے۔ لیکن فارسی کا اندازِ سخن زیادہ میٹھا ہے۔

۹۱۔ میری فکر اس کے جلوے سے مسحور ہوگئی۔ میرا قلم۔ طور کے درخت کی شاخ بن گیا۔

۹۲۔ میری فکر کی بلندی کی وجہ سے فارسی کو میرے افکار کی فطرت سے بہت مناسبت ہے۔

۹۳۔ اے ہوشمند، اس مینا پر نکتہ چینی نہ کر، بلکہ اپنے دل کو اسکی شراب کے ذوق سے وابستہ کر۔

اس بیان میں کہ نظامِ عالم کی اصل خودی ہے اور تعیناتِ وجود کا تسلسل حیاتِ خودی کے استحکام پر منحصر ہے

۱۔ پیکرِ وجود خودی کے آثار میں سے ہے۔ ہر چیز جو تو دیکھتا ہے

وہ خودی کے رازوں میں سے ہے۔

۲۔ جب خودی نے خود کو بیدار کیا تو سمجھ میں آنے والی دنیا کو نمودار کر دیا۔

۳۔ اس کی ذات میں سینکڑوں عالم چھپے ہوئے ہیں۔ اس کے اپنے استحکام سے اس سے جدا دوسری شے وجود میں آتی ہے۔

۴۔ اس نے دنیا میں دشمنی کا بیج بو دیا ہے اور خود کو اپنا غیر سمجھ لیا ہے۔

۵۔ وہ اپنے سے ہی غیروں کا پیکر تیار کرتی ہے تاکہ کشمکش کی لذت میں اضافہ ہو۔

۶۔ پھر اپنی قوت بازو سے ان کے ساتھ کشاکش رکھتی ہے یہاں تک کہ اپنی توانائی سے واقف ہو جاتی ہے۔

۷۔ اس کی یہ خود فریبیاں ہی اس کی اصل زندگی ہیں۔ پھول کی طرح خون سے وضو کرنا اس کے لئے عین حیات ہے۔

۸۔ ایک پھول کی خاطر سینکڑوں گلشنوں کا خون کر دیتی ہے ایک نغمے کے لئے سینکڑوں نالے کرتی ہے۔

۹۔ ایک آسمان کے لئے سینکڑوں نئے چاند لے کر آتی ہے۔ ایک حرف کے لئے سینکڑوں بیان لاتی ہے۔

۱۰۔ اس طرح چیزوں کو فضول ضائع کرنے اور اس بیدردی کی وجہ حُسنِ حقیقی کی تخلیق اور تکمیل ہے۔

۱۱۔ فرہاد کی تکلیف کا سبب شیریں کا حُسن ہے۔ ختن کے سینکڑوں ہرنوں کا عذر ان کے مشک کا نافہ ہے۔

۱۲۔ پروانوں کی قسمت اُن کا مسلسل جلنا ہے اور شمع پروانوں کی مشقت کا عذر ہے۔

۱۳۔ خودی کے قلم نے سینکڑوں امروز (آج کے دن) کے نقش جمائے تاکہ آنے والے کل کی صبح ہاتھ آجائے۔

۱۴۔ اس کے شعلوں نے سینکڑوں ابراہیمؑ جلا ڈالے تاکہ ایک محمدؐ کا چراغ روشن کرے۔

۱۵۔ عمل کے مقاصد کی خاطر وہ کبھی خود کار فرما ہوتی ہے، کبھی عمل کا اثر قبول کرتی ہے، کبھی وجہ بن جاتی ہے اور کبھی ذریعہ۔

۱۶۔ وہ اٹھتی ہے، اٹھاتی ہے۔ اڑاتی ہے، چمکتی ہے، دوڑتی ہے جلتی ہے، روشن کرتی ہے، مرتی ہے، دمکتی ہے۔

۱۷۔ زمانے کی وسعت اُس کی دوڑ کا میدان ہے۔ آسمان اس کے راستے کی گرد کی ایک لہر ہے۔

۱۸۔ دنیا کے دامن میں پھول اُسی کی گلکاری سے ہیں۔ رات اُس کی نیند سے اور دن اُس کی بیداری سے ہے۔

۱۹۔ اپنے شعلے کو اُس نے چنگاریوں میں تقسیم کر دیا اور عقل کو اجزا کی پرستش سکھائی۔

۲۰۔ خود ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور اجزا پیدا کر دیئے۔ کچھ تھوڑی پریشان ہو گئی اور بیابان بنا دیئے۔

۲۱۔ پھر اپنی پریشانی سے بیزار ہو گئی اور اجزا کو ایک دوسرے سے جوڑ کر پہاڑ بن گئی۔

۲۲۔ خود کو نمودار کرنا خودی کی علامت ہے۔ ہر ذرے میں خودی

کی توانائی سوئی ہوئی ہے۔

۲۳۔ وہ ایک خاموش قوت ہے لیکن عمل کے لئے بیتاب ہے اور عمل کی خاطر، عمل کے اسباب کی پابند ہو جاتی ہے۔

۲۴۔ کیونکہ دنیا کی زندگی خودی کی طاقت سے ہے اس لئے خودی کے استحکام کی مناسبت سے زندگی کا استحکام ہے۔

۲۵۔ قطرہ جب خودی کا حرف یاد کر لیتا ہے تو وہ اُسکی بے حقیقت ہستی کو موتی بنا دیتی ہے۔

۲۶۔ شراب، خودی کی کمزوری (کی وجہ) سے بے شکل ہے۔ اُسکی شکل جام کی احسان مند ہے۔

۲۷۔ حالانکہ شراب کا ساغر (شراب کو) شکل دیتا ہے لیکن یہ جام (اپنی) گردش ہم سے اُدھار لیتا ہے۔

۲۸۔ پہاڑ اگر (اپنی) خودی چھوڑ بیٹھے تو بیابان ہو جائے اور دریا کی طغیانی کی شکایت کرنے لگے۔

۲۹۔ موج جب تک سمندر کے اندر موج کی حیثیت سے ہے، خود کو سمندر کے کاندھے پر سوار رکھتی ہے۔

۳۰۔ نور نے جب خود کو حلقے میں بند کر لیا تو آنکھ بن گیا اور جلوؤں کی تلاش میں آنکھ متحرک ہو گئی۔

۳۱۔ سبزے نے جب خود سے اُگنے کی طاقت پائی تو اُس کی ہمت نے گلشن کا سینہ چیر دیا۔

۳۲۔ شمع نے خود سے خود کو پیوست کر دیا اور ذروں سے اپنا

تعمیر کرلی۔

۳۳۔ جب اُس نے خود کو گھلانا اختیار کیا تو اپنی خودی سے گریز پیدا ہوا اور آخر آنسو کی طرح اپنی آنکھ سے ٹپک گئی۔

۳۴۔ اگر نگینہ کی فطرت زیادہ پختہ ہوتی تو وہ زخموں سے محفوظ

۳۵۔ وہ دوسرے کے نام کا حامل ہو جاتا ہے اور اس کا کندھا دوسرے کے نام کے بوجھ سے زخمی ہو جاتا ہے۔

۳۶۔ کیونکہ زمین اپنی خودی پر مستحکم ہے، چاند اُس کے گرد مسلسل طواف کرنے پر پابند ہے۔

۳۷۔ سورج کی ہستی زمین سے زیادہ مستحکم ہے اس لئے زمین اس کی نگاہ کے جادو سے متاثر ہو گئی ہے۔

۳۸۔ چنار کی شان دیکھ کر پلکوں کی جنبش تھم جاتی ہے۔ اس کی شان و شوکت سے تو کہسار رنگ مالا مال ہے۔

۳۹۔ اس کے لباس کا تانا بانا آگ ہے اور اس کی اصل، اپنی گردن اونچی رکھنے والا ایک دانہ ہے۔

۴۰۔ جب خودی زندگی کی قوت فراہم کر لیتی ہے تو زندگی کی نہر سے سمندر کی وسعتیں پیدا ہونے لگتی ہیں۔

اس بیان میں کہ حیاتِ خودی تخلیق و تولیدِ مقاصد سے ہے

۱۔ زندگی کو بقا، مقصد سے ہے۔ اس کے قافلے کے لئے گھنٹی،

مقصد سے ہے۔

۲۔ زندگی، تلاش میں پوشیدہ ہے۔ اُس کی اصل آرزو میں چھپی ہوئی ہے

۳۔ آرزو کو تو اپنے دل میں زندہ رکھ تاکہ تیری مٹھی بھر خاک (تیرا جسم) تیرا مزار نہ بن جائے۔

۴۔ اس رنگ و بو کے جہان کی زندگی آرزو ہے۔ ہر چیز کی فطرت آرزو کی امانت دار ہے۔

۵۔ آرزو سے ہی سینوں میں دل کا رقص ہوتا ہے۔ اسی کی روشنی سے سینے آئینے بنے ہیں۔

۶۔ وہ خاک کو قوتِ پرواز بخشتی ہے۔ اور سمجھ کے موسیٰ کے لئے خضر بنتی ہے۔

۷۔ آرزو کے سوز سے دل زندگی پاتا ہے اور جب وہ زندہ ہوتا ہے تو جو حق نہیں ہے وہ مُردہ ہو جاتا ہے۔

۸۔ جب وہ آرزو پیدا کرنے سے باز رہتا ہے تو اس کا شہپر ٹوٹ جاتا ہے اور پرواز سے محروم ہو جاتا ہے۔

۹۔ آرزو خودی کے لئے ہنگامے پیدا کرتی ہے۔ وہ خودی کے دریا کی ایک بے قرار موج ہے۔

۱۰۔ آرزو، مقاصد کے حصول کے لئے کمند ہے۔ وہ کاموں کے شمار میں تنظیم پیدا کرتی ہے۔

۱۱۔ زندہ شخص کو آرزو کی غیر موجودگی مُردہ کر دیتی ہے۔ یہ شورش سے محرومی شعلے کو بجھا دیتی ہے۔

۱۲۔ تمہاری آنکھ کی اصل کونسی چیز ہے؟ ہمارے دیدار کی لذت

جو کہ ایک شکل اختیار کر لیتی ہے۔

۱۳۔ چکور نے اپنی شوخیٔ رفتار سے اپنا پاؤں حاصل کیا ہے بلبل نے اپنے نغمے کی کوشش سے چونچ پائی ہے۔

۱۴۔ بانسری نیستاں سے باہر آکر آباد ہوئی ہے۔ نغمہ، اپنے آوا کے قید خانے سے آزاد ہوا ہے۔

۱۵۔ انوکھی چیزیں تلاش کرنے والی اور آسمان کی سیر کرنے والی عقل کیا ہے؟ تو کچھ نہیں جانتا کہ یہ معجزہ کیا ہے۔

۱۶۔ زندگی کی پونجی آرزو سے ہے۔ اس کے بطن سے پیدا ہونے والوں میں عقل بھی ہے۔

۱۷۔ قومی نظام، قانون اور روایات کیا ہیں؟ نئے نئے علوم کی تازگی کا کیا راز ہے؟

۱۸۔ آرزو کہ جو خود اپنے زور سے اُبھر کر ٹوٹ جاتی ہے، دل سے باہر سر نکال کر ایک شکل اختیار کر لیتی ہے۔

۱۹۔ ہاتھ، دانت، دماغ، آنکھ اور کان، فکر، تخیل، شعور، یاد اور ہوش۔

۲۰۔ یہ آلات زندگی نے اپنی حفاظت کے لئے تب بنائے جب اُس نے اپنی سواری میدان کشمکش میں ڈالی۔

۲۱۔ علم و فن سے واقفیت مقصود نہیں (جیسے) چمن سے غنچہ و گل مقصود نہیں۔

۲۲۔ علم زندگی کی حفاظت کے سامان میں سے ہے۔ علم، خودی کے استحکام کے اسباب میں سے ہے۔

۲۳۔ علم و فن زندگی کے خدمت گاروں میں سے ہیں۔ علم و فن زندگی کے غلاموں میں سے ہیں۔

۲۴۔ اے وہ کہ جو زندگی کے راز سے بیگانہ ہے، اٹھو۔ اے وہ کہ شرابِ مقصد سے مست ہے اُٹھ۔

۲۵۔ ایک ایسا مقصد جو کہ صبح کی مانند روشن ہو۔ جو اپنے سے غیر کے لئے جلا دینے والی آگ ہو۔

۲۶۔ ایک ایسا مقصد جو کہ آسمان سے زیادہ اونچا ہو۔ جو دل اُچک لے، دل کو چھین لے اور دل پر قبضہ کر لے

۲۷۔ جو قدیم باطل کو تباہ کر دے۔ جس کے دامن میں فتنے ہوں اور جو سراپا ہنگامہ ہو۔

۲۸۔ ہم مقاصد کی تخلیق سے زندہ ہیں اور آرزو کی کرن سے چمک دمک رکھتے ہیں۔

اس بیان میں کہ خودی، عشق و محبت سے استحکام حاصل کرتی ہے۔

۱۔ وہ نقطۂ نور جس کا نام خودی ہے، وہ ہماری خاک کے نیچے زندگی کی چنگاری ہے۔

۲۔ محبت سے وہ زیادہ پائدار زیادہ زندہ، زیادہ جلانے والی اور زیادہ چمکدار بن جاتی ہے۔

۳۔ محبت ہے اس کا جوہر بھڑک اٹھتا ہے اور اس میں چھپے ممکنات کی نشو ونما ہوتی ہے۔

۴۔ خودی کی فطرت عشق سے حرارت حاصل کرتی ہے اور عشق سے ہی دنیا کو جگمگا دینے کا طریقہ سیکھتی ہے۔

۵۔ عشق کو تیغ و خنجر سے کوئی خوف نہیں۔ عشق کی اصل، پانی ہوا اور خاک سے نہیں۔

۶۔ دنیا میں ساری صلح اور ساری جنگ عشق ہے۔ عشق کی تیغ جوہردار آب حیات ہے۔

۷۔ عشق کی نگاہ سے سخت پتھر شق ہو گیا حق کے ساتھ عشق آخر سراپا حق ہو گیا۔

۸۔ تو عاشقی سیکھ اور کسی محبوب کو طلب کر۔ حضرت نوح ؑ کی آنکھ اور حضرت ایوب ؑ کا دل مانگ

۹۔ ایک مٹھی خاک سے کیمیا پیدا کر۔ کسی کامل انسان کے آستانے پر بوسہ دے۔

۱۰۔ اپنی شمع کو رومی کی طرح روشن کر اور روم کو تبریز کی آگ میں جلا۔

۱۱۔ تیرے دل میں ایک محبوب چھپا ہے۔ اگر تو دیدۂ بینا رکھتا ہے تو آ میں تجھے دکھاتا ہوں۔

۱۲۔ اس کے عاشق حسینوں سے زیادہ حسین، زیادہ خوش پیکر، زیادہ زیبا اور زیادہ پیارے ہیں۔

۱۳۔ دل اس کے عشق سے توانا ہو جاتا ہے اور خاک ثریا کے برابر

بلند ہو جاتی ہے۔

۱۴۔ نجد کی خاک اس کے فیض سے ہنر مند ہو گئی۔ وہ وجد میں آ گئی اور آسمانوں پر پہنچ گئی۔

۱۵۔ حضرت مصطفےٰؐ کا مقام مسلمان کے دل میں ہے، ہماری عزت و آبرو آپؐ کے نام سے ہے۔

۱۶۔ طور آپؐ کے گھر کے غبار کی ایک موج ہے۔ کعبہ کے لئے آپؐ کا کاشانہ خود ایک حرمت والا گھر ہے۔

۱۷۔ آپؐ کے اوقات کے سامنے ابد، ایک لمحے سے بھی کم ہے آپؐ کی ذات سے ہی ابد اپنی طوالت حاصل کرتا ہے۔

۱۸۔ بوریا آپؐ کے خواب راحت کا احسان مند ہے اور کسریٰ کا تاج آپؐ کی اُمت کے پیروں تلے ہے۔

۱۹۔ آپؐ نے شبستان میں گوشہ نشینی فرمائی اور قوم، قانون اور حکومت کی آرئینش کی۔

۲۰۔ آپؐ کی آنکھیں راتوں کو نیند سے محروم رہیں تاکہ قوم تخت بادشاہی پر سوئے۔

۲۱۔ لڑائی کے وقت آپؐ کی تلوار لوہے کو پگھلا دیتی تھی اور نماز میں آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے۔

۲۲۔ فتح کی دعا میں آپؐ کی تلوار "آمین" کہتی۔ آپؐ کی تلوار وہ تھی جو بادشاہوں کی نسل ختم کر دینے والی تھی۔

۲۳۔ آپؐ نے دنیا میں ایک نیا قانون شروع کیا۔ پہلی قوموں نے جو مسندیں بچھا رکھی تھیں انھیں الٹ دیا۔

۲۴۔ دین کی کنجی سے آپؐ نے دنیا کا دروازہ کھولا۔ آپؐ کے مثل بطن گیتی سے کوئی اور پیدا نہ ہوا۔

۲۵۔ آپؐ کی نگاہ میں اونچے اور نیچے سب ایک تھے۔ ایک ہی دسترخوان پر آپؐ اپنے غلام کے ساتھ بیٹھتے تھے۔

۲۶۔ ایک جنگ میں آپؐ کے جن کا تخت آسمان تھا، سامنے قبیلۂ طے کے سردار (حاتم) کی بیٹی قید ہو کر آئی۔

۲۷۔ اس کے پاؤں میں زنجیر تھی اور بالکل بے پردہ تھی۔ شرم وحیا سے اس نے گردن جھکا رکھی تھی۔

۲۸۔ آپؐ نے لڑکی کو جو بے پردہ دیکھا تو خود اپنی چادر اس کے چہرہ پر ڈال دی۔

۲۹۔ ہم قبیلۂ طے کی اس خاتون سے زیادہ عریاں ہیں۔ دنیا کی قوموں کے سامنے ہم بے پردہ ہیں۔

۳۰۔ قیامت کے دن آپؐ ہمارا بھروسہ ہیں۔ دنیا میں ہمارے پردہ دار آپؐ ہیں۔

۳۱۔ آپؐ کا لطف اور آپؐ کا قہر سراپا رحمت ہے۔ وہ (لطف) آپؐ کے دوستوں اور (قہر) آپؐ کے دشمنوں کے لیئے رحمت کا باعث ہے۔

۳۲۔ آپؐ وہ ہیں کہ جنھوں نے دشمنوں پر رحمت کا دروازہ کھول دیا مکے کو آپؐ نے "لاتثریب" (کوئی سرزنش نہیں) کا پیغام دیا۔

۳۳۔ ہم کہ وطنیت کی قید سے آزاد ہیں۔ دو آنکھوں کے نور کی طرح ہیں اور ایک ہیں۔

۳۴۔ ہم چاہے حجاز، چین یا ایران کے ہوں، ہم ایک مسکراتی صبح

کی شبنم ہیں۔

۳۵۔ ہم ساقیٔ بطحا (مکہ کے پیغمبر) کے کیف چشم سے سرشار ہیں۔ اور ہماری مثال دنیا میں شراب اور صراحی کی ہے۔

۳۶۔ نسب و نسل کے امتیازات کو آپؐ کی آگ نے خس و خاشاک کی طرح جلا کر پاک کر دیا ہے۔

۳۷۔ گلِ صد برگ کی طرح ہماری خوشبو ایک ہے۔ آپؐ ہمارے اس نظام کی جان ہیں اور آپؐ ایک ہیں۔

۳۸۔ ہم آپؐ کے دل کا پوشیدہ راز تھے اور ہم نے وجود پایا۔ آپؐ نے بے خوفی سے نعرہ لگایا اور ہم ظاہر ہو گئے۔

۳۹۔ آپؐ کی محبت کا جوش و خروش میری خاموش بانسری میں ہے میری آغوش میں سینکڑوں نغمے تڑپ رہے ہیں۔

۴۰۔ میں کیا بتاؤں کہ آپؐ کی محبت کیا چیز ہے۔ سوکھی لکڑی (جس سے ٹیک لگا کر آپؐ خطبہ دیتے تھے) آپؐ کے فراق میں روتی تھی۔

۴۱۔ مسلمان کا وجود آپؐ کی تجلّی گاہ ہے۔ آپؐ کی گردِ راہ سے جگہ جگہ طور بلند ہوتے ہیں۔

۴۲۔ ہمارا پیکر آپؐ کے آئینے میں ابھرا ہے۔ میری صبح آپؐ کے سینے کے آفتاب سے پیدا ہوئی ہے۔

۴۳۔ ہر دم تڑپنے میں میرا آرام ہے۔ صبح قیامت سے زیادہ گرم میری شام ہے۔

۴۴۔ آپؐ موسم بہار کا بادل ہیں اور میں آپؐ کا باغ ہوں۔ آپؐ کے بارانِ رحمت سے میری انگور کی بیل نمناک و شاداب ہے۔

۴۵۔ ہم نے محبت کے کھیت میں آنکھوں کو بویا ہے اور اُس سے نظارے کی فصل لی ہے۔

۴۶۔ مدینے کی خاک دوجہان سے بہتر ہے۔ اے (آنکھوں کو) ٹھنڈک پہنچانے والے وہ شہر کہ جہاں محبوبؐ ہے۔

۴۷۔ میں مُلّا جامی کے اندازِ شاعری کا مارا ہوا ہوں اور اُن کی نظم و نثر میری خامیوں کا علاج ہے۔

۴۸۔ انھوں نے معانی سے لبریز شعر کہا ہے۔ رسول خداؐ کی تعریف میں موتی پروئے ہیں۔

۴۹۔ "دونوں جہانوں کی کتاب میں آپؐ اس کا مقدمہ ہیں۔ سارا عالم آپؐ کا غلام ہے اور آپؐ اس کے آقا ہیں"۔

۵۰۔ عشق کی شراب سے کئی کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ساری تقلید بھی عشق کے ناموں میں سے ایک ہے۔

۵۱۔ بسطام کے کامل (حضرت بایزید بسطامی) تقلید میں یکتا تھے انھوں نے خربوزہ کھانے میں پرہیز کیا (کیونکہ انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ رسول خداؐ نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے)۔

۵۲۔ عاشقی کرنا چاہتا ہے تو محبوب کی پیروی میں پختہ ہو۔ تاکہ تیری کمند سے یزداں شکار ہو۔

۵۳۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنے دل کے حرا میں بیٹھ۔ اپنی اغراض کو ترک کر اور حق کی جانب ہجرت کر۔

۵۴۔ حق سے پختہ ہوتے پھر اپنی طرف چل اور ہوا اور ہوس کے

بتوں کا سر توڑ دے۔

۵۵۔ عشق کے غلبے سے ایک لشکر پیدا کر اور عشق کے پہاڑ پر بلند ہو کر اپنی تجلیاں پھیلا۔

۵۶۔ یہاں تک کہ کعبے کا خدا تجھے نوازے اور آیہ " انی جاعل " (بیشک میں زمین میں خلیفہ بنا رہا ہوں) کی تجھے تفسیر بنا دے (یعنی تجھے زمین کی خلافت بخشے)۔

اس بیان میں کہ سوال سے خودی کمزور ہوتی ہے

۱۔ اے وہ کہ جو شیروں سے خراج وصول کرتا تھا تو ضرورت سے اپنے مزاج میں لومڑی جیسا ہو گیا ہے۔

۲۔ تیری بیچارگی تیری ناداری کی وجہ سے ہے۔ تیرے درد کی اصل تو یہی بیماری ہے۔

۳۔ وہ فکر بلند سے رفعت چھین لیتی ہے اور اعلیٰ درجے کے خیال کی شمع گل کر دیتی ہے۔

۴۔ زندگی کے خم سے تو گلرنگ شراب لے لے۔ زمانے کی تھیلی سے اپنی نقدی نکال لے۔

۵۔ حضرت عمرؓ کی طرح خود (اپنا کوڑا اٹھانے کے لئے) اونٹ سے اتر آ۔ پرہیز کر، دوسرے کے احسان سے پرہیز کر۔

۶۔ تو کب تک عہدے اور منصب کے لئے بھیک مانگے گا اور بچوں کی طرح نرکلوں کو گھوڑا بنائے گا۔

۷۔ وہ فطرت کہ جس کی نظر آسمان پر جمی ہو، دوسروں کے احسان سے پست ہو جاتی ہے۔

۸۔ سوال کرنے سے غریبی اور ذلیل ہو جاتی ہے۔ بھیک مانگنے سے بھیک مانگنے والا اور مفلس ہو جاتا ہے۔

۹۔ سوال سے خودی کے اجزا بکھر جاتے ہیں اور خودی کا نخلِ سینا بے نور ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ اپنی مٹھی کی خاک کو منتشر نہ کر۔ چاند کی طرح اپنا پہلو کاٹ کر اپنا رزق حاصل کر۔

۱۱۔ چاہے تو تنگدستی اور بدنصیبی کے دن کاٹ رہا ہو اور تیرا ساز و سامان بلا کے سیلاب میں گھر پڑا ہو۔

۱۲۔ تو اپنا رزق دوسرے کی فیاضی میں نہ ڈھونڈ۔ مشرق کے چشمے میں موجِ آب تلاش نہ کر۔

۱۳۔ تاکہ تو پیغمبرِ خداؐ کے سامنے کل شرمندہ نہ ہو جب کہ بڑا جان کو گھلا دینے والا وقت ہو گا۔

۱۴۔ چاند کو سورج کے خوان سے روزی پہنچتی ہے۔ وہ سورج کے احسان سے اپنے پر داغ رکھتا ہے۔

۱۵۔ خدا سے ہمت کا طلبگار رہ اور آسمان سے لڑ جا لیکن ملت اسلامیہ کی آبرو نہ زائل کر۔

۱۶۔ وہ جس نے کعبے کو بتوں کے کوڑے سے پاک کیا۔ اسؐ نے روزی کمانے والے کو خدا کا دوست کہا ہے۔

۱۷۔ افسوس ہے اس پر جو دوسرے کے خوان کا احسان مند ہے۔

اس کی گردن تو دوسرے کے احسان سے جھک گئی ہے۔

۱۸۔ اس نے دوسرے کے کرم کی بجلی سے خود کو جلا ڈالا ہے اور اور ایک کوڑی کے بدلے اپنی غیرت کی دولت بیچ ڈالی ہے۔

۱۹۔ کتنا ٹھنڈا دل ہے وہ پیاسا جو دھوپ میں خضر سے بھی پانی کے ایک پیالے کی خواہش نہ کرے۔

۲۰۔ سوال کرنے والے کی شرمندگی (کے پسینے) سے اس کی پیشانی تر نہ ہوئی۔ اس کی آدمیت برقرار رہی اور وہ ایک مٹھی بھر خاک نہیں بن گیا۔

۲۱۔ وہ قابل قدر نوجوان آسمان کے نیچے صنوبر کی طرح سربلندی کے ساتھ چلتا ہے

۲۲۔ وہ اپنے خالی ہاتھوں کے باوجود زیادہ خوددار ہو جاتا ہے اس کا نصیب سوتا رہتا ہے اور وہ زیادہ بیدار ہو جاتا ہے۔

۲۳۔ گداگری کی جھولی کا سمندر بھی ایک آگ کا سیلاب ہے اور اگر اپنے ہاتھ سے شبنم بھی حاصل ہو تو وہ بہتر ہے۔

۲۴۔ بلبلے کی طرح تو غیرت مردانہ کے ساتھ رہ۔ سمندر میں رہتے ہوئے بھی اپنا پیالہ اوندھا رکھ۔

اس بیان میں کہ جب خودی عشق و محبت سے مستحکم ہو جاتی ہے تو نظام عالم کی ظاہرا اور پوشیدہ قوتوں کو مسخر کر لیتی ہے۔

۱۔ محبت سے جب خودی پختہ ہو جاتی ہے تو اس کی قوت دنیا کو احکام دینے لگتی ہے۔

۲۔ بوڑھا آسمان جن ستاروں سے نقش و نگار بناتا ہے۔ وہ ایسی
کلیاں ہیں۔ جو خودی کے شاخسار سے ٹوٹی ہیں۔

۳۔ خودی کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے اور اس کی انگلی کے اشارے
سے چاند شق ہو جاتا ہے۔

۴۔ دنیا کے جھگڑوں میں وہ منصف بن جاتی ہے۔ دارا اور جمشید
بھی اُس کے فرمانبردار بن جاتے ہیں۔

۵۔ میں تمہیں حضرت بوعلی قلندرؒ کی بات سناتا ہوں کہ اُن کا
نام اطراف ہند میں روشن ہے۔

۶۔ اس پُرانے باغ کے نوا سنج نے ہمیں گُلِ رعنا کے بارے میں بات

۷۔ آگ سے پیدا ہونے والی جنت کا یہ خطہ حضرت بوعلی قلندر
کے دامن کی ہوا سے جنت کا ایک ٹکڑا بن گیا۔

۸۔ اُن کا ایک مُرید بازار کی جانب جا رہا تھا اور حضرت بوعلی
کی شراب میں سرشار تھا

۹۔ اس شہر کا حاکم سواری پر آنکلا۔ اس کے ساتھ اس کے غلام اور
چوبدار تھے۔

۱۰۔ آگے آگے چلنے والے نے آواز لگائی کہ "اے بے خبر! حاکم
کے ہمرکابوں کی راہ نہ روک"۔

۱۱۔ یہ درویش اپنا سر آگے جھکائے چلا جا رہا تھا۔ وہ اپنے
خیالات میں غوطہ لگائے ہوئے تھا۔

۱۲۔ چوبدار تکبّر کے جام سے مست تھا اور اس نے درویش کے
سر پر اپنی لاٹھی سے ضرب لگائی۔

۱۳۔ درویش حاکم کے راستے سے آزردہ، دل گرفتہ، ملول اور افسردہ ہوکر چلا۔

۱۴۔ حضرت بوعلیؒ کے سامنے اس نے فریاد کی اور آنکھوں کے قید خانے سے اپنے آنسوؤں کو رہا کیا۔

۱۵۔ جیسے پہاڑ پر بجلی گرتی ہے ویسے ہی شیخ کی گفتگو سے آگ کا سیل اُبل پڑا۔

۱۶۔ رگِ جاں سے انھوں نے ایک اور آگ نکالی اور اپنے منشی سے ارشاد کیا۔

۱۷۔ قلم اٹھا اور ایک فرمان لکھ۔ ایک فقیر کی جانب سے ایک سلطان کو لکھ۔

۱۸۔ تیرے حاکم نے میرے خادم کے سر پر ضرب لگائی ہے۔ اُس نے اپنی جان کے سرہانے کو چنگاری لگائی ہے۔

۱۹۔ اس بدخطرہ حاکم کی باز پرس کرو ورنہ میں تیرا ملک دوسرے کو بخش دوں گا۔

۲۰۔ اس حق پرست بندۂ خدا کے خط نے بادشاہ کے جسم میں لرزہ پیدا کر دیا۔

۲۱۔ اس کے جسم میں رنج و الم کا طوفان اُمڈ آیا اور شام کے سورج کی طرح اس کا رنگ زرد ہوگیا۔

۲۲۔ اس نے فوراً حاکم کو قید کرنے اور حضرت بوعلی قلندرؒ سے اس قصور کی معافی کے حکم دیا۔

۲۳۔ امیر خسرو جو شیریں زباں اور رنگیں بیاں تھے جن کے نغمے

اس کائنات کے ضمیر کے آئینہ دار تھے۔

۲۴۔ جن کی فطرت چاند کی طرح روشن تھی، انھیں سفارت
منتخب کیا گیا۔

۲۵۔ جیسے ہی خسرو نے شیخ کے سامنے ساز چھیڑا۔ اس کی آوا
سے شیخ کی جان کا شیشہ پگھل گیا۔

۲۶۔ وہ شوکت جس کو کہسار کی پختگی حاصل تھی، اس کی قیمت گف
ایک نغمہ ہو گئی۔

۲۷۔ درویشوں کے دل پر نشتر نہ لگاؤ۔ اور خود کو جلا دینے وا
آگ میں نہ ڈالو۔

حکایت اس معنی میں کہ خودی کی نفی کا مسئلہ بنی نوع انسان کی مغلوب قوموں کی اختراعات میں سے ہے کہ اس خفیہ طریقے سے غالب قوموں کے اخلاق کو کمزور بنا دیں۔

۱۔ کیا تو نے سنا ہے کہ پرانے زمانے میں کسی چراگاہ میں بھیڑ بکریا
رہتی تھیں۔

۲۔ گھاس کی بہتات سے اُن کی نسل بڑھ رہی تھی اور وہ دشمنو
کی فکر سے آزاد تھیں۔

۳۔ آخر بھیڑ بکریوں کی خرابی قسمت سے، مصیبت کے تیروں سے
ان کا سینہ زخمی ہو گیا۔

۴۔ شیروں نے جنگل سے سر نکالا۔ اور بکریوں کی چراگاہ پر ات

کو چھاپا مارا۔

۵۔ اپنی جانب کھینچنا اور غلبہ پانا، یہ طاقتوروں کا شیوہ ہے۔ فتح کبھی قوت کا کھلا راز ہے۔

۶۔ شیروں نے شہنشاہی کی نوبت بجائی اور بھیڑ بکریوں کو آزادی سے محروم کر دیا۔

۷۔ شیروں سے سوائے شکار کے اور کیا مل سکتا ہے چنانچہ وہ چراگاہ بھیڑوں کے خون سے سرخ ہو گئی۔

۸۔ ایک بکری جو بڑی عقلمند، سمجھدار، بوڑھی اور تجربہ کار تھی۔

۹۔ وہ اپنی قوم کی حالت سے ملول تھی اور شیروں کے ظلم سے اس کا سینہ زخمی تھا۔

۱۰۔ اس نے تقدیر پلٹ جانے کے شکوے کئے لیکن اس نے اپنے کام کو تدبیر سے پختہ کیا۔

۱۱۔ کمزور آدمی اپنی حفاظت کے لئے، تجربے سے حاصل دانائی کے ذریعے تدبیر تلاش کرتا ہے۔

۱۲۔ غلامی میں نقصان کو دور کرنے کے لئے، تدبیر کرنے کی قوت زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔

۱۳۔ جب بدلہ لینے کا جوش پکا ہو جاتا ہے تو غلام کی عقل فتنے سوچنے لگتی ہے۔

۱۴۔ اس بکری نے خود سے کہا کہ ہماری الجھن مشکل ہے۔ ہمارے غموں کا سمندر بیکراں ہے۔

۱۵۔ اپنی طاقت کے بل پر بھیڑ بکریاں شیر سے چھٹکارا نہیں حاصل

کر سکتیں۔ ہماری کلائیاں چاندی کی ہیں اور اُن کے ہاتھ فولاد کے ہیں۔

۱۶۔ یہ ممکن نہیں کہ وعظ و نصیحت سے بکریوں میں بھیڑیئے کی خصلت پیدا ہو جائے۔

۱۷۔ شیروں کو بھیڑ بنا دینا ممکن ہے۔ انھیں اپنے آپ سے غافل کر دینے کا امکان ہے۔

۱۸۔ اس بکری نے الہامی پیغام پہنچانے کا دعویٰ کیا اور خون پینے والے شیروں کو وعظ و نصیحت کرنے لگی۔

۱۹۔ اُس نے نعرہ لگایا کہ اے جھوٹے خود پسند گروہ، تم سخت منحوس دن سے بے خبر ہو۔

۲۰۔ میں روحانی قوت سے مالا مال ہوں اور خدا نے مجھے شیروں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

۲۱۔ جن آنکھوں میں روشنی نہیں ان کے لئے روشنی بن کر آئی ہوں میرے پاس ایک شریعت ہے اور مجھے تم پر مقرر کر کے بھیجا گیا ہے۔

۲۲۔ ناپسندیدہ اعمال سے تم توبہ کرو۔ اے نقصان کا سوچنے والو نفع کی فکر کرو۔

۲۳۔ جو بھی غضب ناک اور طاقتور ہے، وہ بدبخت ہے۔ زندگی تو خودی کو مٹا دینے سے پختہ ہوتی ہے۔

۲۴۔ نیک روحیں چارے میں اپنی غذا پاتی ہیں۔ گوشت چھوڑ دینے والا خدا کے نزدیک مقبول ہے۔

۲۵۔ تمہارے دانتوں کی تیزی تمہیں رسوا کرتی ہے اور سمجھ کی آنکھ کو اندھا بنا دیتی ہے۔

۲۶۔ جنت تو صرف کمزوروں کے لئے ہے اور طاقت سوائے نقصان کے سبب کے اور کچھ نہیں۔

۲۷۔ بڑائی اور زہد بے کی تلاش دراصل برائی ہے۔ ناداری، امیری سے کہیں بہتر ہے۔

۲۸۔ جلا دینے والی بجلی اکیلے دانے کی گھات میں نہیں۔ لیکن دانہ اگر کھلیان کی شکل اختیار کرے تو وہ ہوشمند نہیں۔

۲۹۔ اگر تو عقلمند ہے تو ذرہ بن، صحرا نہ بن تاکہ سورج کی روشنی سے فیض اٹھا سکے۔

۳۰۔ اے وہ کہ بکریوں کو ذبح کرنے پر فخر کرتا ہے، خود کو ذبح کر تاکہ تو بلند مرتبہ ہو۔

۳۱۔ جبر، غضب، بدلہ اور حکومت، زندگی کو ناپائدار بناتے ہیں

۳۲۔ سبزہ پاؤں سے روندا جاتا ہے لیکن بار بار اگ آتا ہے اور ہر بار وہ اپنی آنکھ سے موت کا خواب دھو ڈالتا ہے۔

۳۳۔ اگر تو عقلمند ہے تو خود سے غافل ہو جا۔ اگر خود سے غافل نہیں تو دیوانہ ہے

۳۴۔ آنکھ، کان اور ہونٹ بند کر لے تاکہ تیری فکر آسمان کی بلندیوں پر پہنچے۔

۳۵۔ یہ دنیا کی چراگاہ حقیر، نہایت حقیر ہے۔ اے نادان تو اس بے حقیقت شے کے لئے پریشان نہ ہو۔

۳۶۔ شیریں کا گروہ محنت و مشقت سے تھک چکا تھا اور دل میں تن آسانی کی تمنا جاگزیں تھی۔

۳۷۔ انھیں یہ بیہودہ نصیحت پسند آئی۔ اپنی نادانی سے اُن پر

بکری کا جادو چل گیا۔

۳۸۔ وہ جو کہ بھیڑ بکریوں کا شکار کرتے تھے۔ انھوں نے بھیڑ بکریوں کا مذہب اختیار کر لیا۔

۳۹۔ شیروں کو چارہ موافق آنے لگا اور آخر کار ان میں شیری کا جو گوہر تھا وہ ٹھیکری بن گیا۔

۴۰۔ چارے سے دانتوں کی وہ تیزی باقی نہ رہی۔ چنگاریاں نکلتی آنکھوں کی جو ہیبت تھی وہ بھی برقرار نہ رہی۔

۴۱۔ دھیرے دھیرے سینے سے دل رخصت ہو گیا اور آئینہ میں سے آئینے کا جوہر نکل گیا۔

۴۲۔ وہ کوشش کو کمال تک پہنچانے کا جوش باقی نہ رہا۔ دل میں پہلے سا عمل کا تقاضا نہ رہا۔

۴۳۔ اقتدار، عزم اور استقلال چلے گئے۔ اعتبار، عزت اور اقبال جاتے رہے۔

۴۴۔ فولادی پنجے بے طاقت ہو گئے۔ دل مردہ ہوئے اور جسم قبر بن گئے۔

۴۵۔ جسم کی قوت گھٹ گئی اور جان کا ڈر بڑھ گیا اور جان کے خوف سے ہمت کا سرمایہ بھی جاتا رہا۔

۴۶۔ بے ہمتی سے سینکڑوں بیماریاں پیدا ہو گئیں جیسے کوتاہ دستی بے دلی اور پست فطری۔

۴۷۔ جاگتا ہوا شیر بھیڑ کے جادو سے سو گیا اور اپنے روحانی اور جسمانی تنزل کو تہذیب کہنے لگا۔

س معنی ہیں کہ افلاطون یونانی جس کے افکار سے تصوف اور
مسلمان قوموں کے ادب نے بڑا اثر قبول کیا ہے، گوسفندی
کے مسلک پر چلتا ہے اور اس کے خیالات سے پرہیز کرنا لازم ہے

۱۔ پرانا تارک الدنیا فلسفی افلاطون، قدیم بھیڑ بکریوں کے گروہ سے ہے۔
۲۔ اس کا گھوڑا فلسفے کی تاریکی میں بھٹک گیا ہے اور ہستی کے کوہستان
میں سیر سے عاجز ہے۔
۳۔ جو محسوس نہیں ہوتا اس کا جادو افلاطون پر اس طرح چلا کہ ہاتھ
نکھ اور کان پر سے اعتبار اٹھ گیا۔
۴۔ اس نے کہا کہ زندگی کا راز مر جانے میں ہے۔ شمع کے لئے بجھ جانے
میں سینکڑوں جلوے ہیں۔
۵۔ ہمارے خیالات پر وہ فرمانروا ہے۔ اس کا جام نیند لانے
والا اور دنیا سے بے تعلق کر دینے والا ہے۔
۶۔ وہ انسان کے لباس میں ایک بکری ہے۔ اس کا حکم صوفی کی
روح پر پختہ ہے۔
۷۔ اپنی عقل کو اس نے آسمان پر پہنچا دیا اور عالم اسباب کو افسانہ بنایا۔
۸۔ اس کا کام یہ ہے کہ زندگی کے اجزا کو الگ الگ کر دے اور زندگی
کے خوبصورت سرو کی شاخوں کو کاٹ ڈالے۔
۹۔ افلاطون کے فلسفے نے نقصان کو نفع کہا اور اس کی حکمت نے
جو غیر موجود ہے اُسے موجود بنایا۔

۱۰۔ اس کی نطرت سو گئی اور اس نے ایک خواب کو جنم دیا۔ اس کے ہوش کی آنکھ نے ایک سراب کو پیدا کیا۔

۱۱۔ وہ ذوقِ عمل سے محروم تھا اور جس کا وجود نہیں اُس پر افلاطون کی جان مٹی ہوئی تھی۔

۱۲۔ جو موجود ہے اس کے ہنگامے سے وہ منکر ہو گیا اور ایسے تصورات پیدا کیے جن کا مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

۱۳۔ جو زندہ روح کے مالک ہیں ان کو یہ عالم امکان اچھا لگتا ہے مُردہ دلوں کے لیے تصورات کی دنیا خوب ہے

۱۴۔ افلاطون کا ہرن چلنے کے لطف سے محروم ہے اور اس کے چکور پر رفتار کی لذت حرام ہے۔

۱۵۔ اس کی شبنم کی قسمت میں اُڑنے کی طاقت نہیں اور اُس کے پرندے کے سینے میں دم نہیں (جس سے وہ نغمہ سرائی کر سکے)۔

۱۶۔ اُس کے دانے میں اُگنے کا ذوق موجود نہیں۔ اُس کا پروانہ تڑپ سے ناواقف ہے۔

۱۷۔ ہمارے تارک الدنیا فلسفی (افلاطون) کو اس دنیا کے شور اور ہنگامے کی برداشت نہ تھی۔ چنانچہ اُسے (دنیا چھوڑ کر) بھاگ جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

۱۸۔ اُس نے اپنا دل ایک بجھے ہوئے شعلے سے لگا لیا تھا اور اس کے دل میں ایک افیون کھائی ہوئی غافل دنیا کا نقش بیٹھ گیا تھا۔

۱۹۔ وہ اپنے نشیمن سے پر کھول کر آسمان کی طرف اُڑ گیا اور پھر اپنے آشیانے کی طرف پلٹ کر نہیں آیا۔

۲۰۔ اُس کا خیال آسمان کے خم میں کھو گیا۔ میں نہیں جانتا کہ اُس کے پاس تیچھٹ ہے یا خم کو ڈھانکنے: الی اینٹ۔

۲۱۔ قوموں میں اُس کا نشہ زہر بن کر سرایت کر گیا۔ وہ سو گئیں اور ذوقِ عمل سے محروم ہو گئیں۔

حقیقتِ شعر اور اسلامی ادب کی اصلاح کے بارے میں

۱۔ انسان کا خون، آرزو کے داغ سے گرم ہے۔ یہ خاک چراغِ آرزو سے آگ بن جاتی ہے۔

۲۔ آرزو سے ہی زندگی کا جام شراب سے بھرتا ہے اور زندگی میں سرگرمی اور تیز رفتاری آتی ہے۔

۳۔ زندگی کا واحد موضوع تسخیر ہے اور تسخیر کا اکیلا افسون آرزو ہے۔

۴۔ زندگی شکاری ہے اور آرزو جال ہے۔ حُسن کو عشق سے آرزو کا ہی پیغام پہنچتا ہے۔

۵۔ آرزو لمحہ بہ لمحہ کیوں اُبھرتی ہے؟ اس لئے کہ یہ زندگی کے نغمے کے لئے اُتار چڑھاؤ کی حیثیت رکھتی ہے۔

۶۔ ہر ایسی چیز جو خوبصورت، آراستہ اور حسین ہے، جستجو کے میدان میں وہ ہماری رہبر ہے۔

۷۔ اُس چیز کا نقش تمہارے دل پر پختہ ہو جاتا ہے جس کی آرزو تمہارے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

۸۔ حُسن، آرزو کی بہار کا خالق ہے۔ اُس کے جلوے سے آرزو کی پرورش ہوتی ہے۔

۹۔ شاعر کا سینہ حسن کی تجلیوں کی آماجگاہ ہے۔ اسی کوہِ سینا سے حسن کے جلوے ابھرتے ہیں۔

۱۰۔ اس کی نگاہ سے خوب، خوب ترین جاتا ہے۔ فطرت، اس کے جادو سے زیادہ پسندیدہ ہو جاتی ہے۔

۱۱۔ اس کے دم سے بلبل نغمے سیکھتی ہے۔ اس کے غازے سے پھول کا رخسار چمک اٹھتا ہے۔

۱۲۔ اسی کا سوز پروانوں کے دلوں میں ہے۔ عشق کی کہانیاں اسی سے رنگیں ہیں۔

۱۳۔ سمندر اور خشکی اسی کے پانی اور مٹی سے ڈھلے ہیں۔ سینکڑوں نئے جہاں اس کے دل میں پوشیدہ ہیں۔

۱۴۔ اس کے دماغ میں لالہ کے وہ پھول ہیں جو ابھی ابھرے نہیں اور وہ نغمے اور نالے ہیں جو کسی نے سنے نہیں ہیں۔

۱۵۔ اس کی فکر چاند ستاروں کی ہم نشیں ہے۔ وہ بدصورتی سے ناآشنا ہے اور "خوبصورتی" کی تخلیق کرتا ہے۔

۱۶۔ وہ خضر ہے اور اس کی تاریکی میں آبِ حیات ہے۔ اس کے آنسوؤں سے کائنات کو تازہ زندگی ملتی ہے۔

۱۷۔ ہم سست رفتار، ناتجربہ کار اور سادہ لوح ہیں اور منزل کے راستے میں دور تھکے پڑے ہیں۔

۱۸۔ اس کی بلبل نغمہ سرائی کرتی ہے اور ہمارے لئے تدابیر پیش کرتی ہے

۱۹۔ تاکہ ہمیں زندگی کی جنت میں کھینچ لائے اور ہماری زندگی کی ناتمام قوس ایک مکمل دائرہ بن جائے۔

۲۰۔ قافلے اُس کی جرس سے چلتے ہیں اور اس کی بانسری کی آواز کے پیچھے پیچھے آگے بڑھتے ہیں۔

۲۱۔ وہ ہمارے باغ میں نسیم کی طرح چلتا ہے اور آہستہ آہستہ لالہ وگل میں سرایت کر جاتا ہے۔

۲۲۔ اس کے تخیل سے زندگی اپنی صلاحیتوں میں خود اضافہ کرتی ہے اپنی قدر وقیمت کا خود حساب کرتی ہے اور اپنی حالت پر خود غیر مطمئن ہوتی ہے

۲۳۔ وہ سارے دنیا والوں کو پکار کر اپنے دسترخوان پر مدعو کرتا ہے اور اپنے سوز کو ہوا کی طرح عام کرتا ہے۔

۲۴۔ افسوس ہے اُس قوم پر جو موت میں حصہ دار بنتی ہے اور اس کا شاعر ذوقِ حیات سے روگردانی کرتا ہے۔

۲۵۔ اس کا آئینہ بدصورتی کو خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے اور اس کے نشتر یا شہد سے جگر میں سینکڑوں نشتر اُتر جاتے ہیں۔

۲۶۔ اُس کے بوسے سے پھول کی تازگی جاتی رہتی ہے اور بلبل کے دل سے ذوقِ پرواز ختم ہو جاتی ہے۔

۲۷۔ تیرے اعصاب کی سستی اُسی کی افیون سے ہے اور اس کے پیغام کی قیمت زندگی سے چکانا پڑتی ہے۔

۲۸۔ وہ سرو سے خوشنمائی کا ذوق چھین لیتا ہے۔ اس کا سرد دم نر شاہین کو چڑیا بنا دیتا ہے۔

۲۹۔ وہ مچھلی ہے اور سینے سے سر تک انسان ہے۔ وہ سمندری پری کی طرح ہے۔

۳۰۔ جو اپنے نغمے سے ملاح پر جادو کر دیتی ہیں اور اس کی کشتی کو سمند

کی گہرائیوں میں غرق کروا دیتی ہیں۔

۳۱۔ اُس کے نغمے تیرے دل سے استقامت چُرا لیتے ہیں۔ اس کے جادو سے تو موت کو زندگی سمجھتا ہے۔

۳۲۔ وہ تیری جان سے زندگی کی آرزو کو چھین لیتا ہے اور تیری کان سے عنابی لعل نکال لے جاتا ہے۔

۳۳۔ جب وہ نفع کو نقصان کا لباس پہنا دیتا ہے تو ہر پسندیدہ بات کو ناپسندیدہ بنا دیتا ہے۔

۳۴۔ وہ تجھے اندیشوں کے سمندر میں ڈال دیتا ہے اور عمل سے بیگانہ بنا دیتا ہے۔

۳۵۔ تباہ حال اس کے کلام سے اور زیادہ تباہ حال ہو جاتے ہیں اس کے دورِ جام سے محفل اور پریشان ہو جاتی ہے۔

۳۶۔ اس کے بادل میں کسی بجلی (سوز) کا دھارا نہیں۔ اس کا باغ رنگ و بو کا محض ایک سراب ہے۔

۳۷۔ اس کے حُسن کا سچائی سے کوئی کام نہیں۔ اس کے سمندر میں سوائے عیب دار موتی کے کچھ نہیں۔

۳۸۔ نیند کو وہ بیداری سے بہتر شمار کرتا ہے۔ ہماری آگ اس کی سانسوں سے بجھ گئی ہے۔

۳۹۔ اس کی بلبل کے نغمے سے دل میں زہر سرایت کر گیا ہے۔ اُس کے پھول کے انبار کے نیچے سانپ سویا ہوا ہے۔

۴۰۔ اس کے خم، مینا اور جام سے پرہیز کرو۔ اس کی آئینہ جیسی شفاف شراب سے پرہیز کرو۔

۴۱۔ اے زہ کہ اس شاعر کی شراب سے لڑکھڑا رہا ہے۔ تیری صبح اُس کی صراحی کے نمودار ہونے سے ہے۔

۴۲۔ اے کہ تیرا دل اس کے نغموں سے سرد ہو گیا ہے۔ تو نے اپنے کانوں کے راستے مہلک زہر کھا لیا ہے۔

۴۳۔ اے کہ تیری روش، زوال کی طرف لے جانے والی ہے۔ تیرے ساز کا تار لولے سے محروم ہو گیا ہے۔

۴۴۔ تن آسانی سے تو اتنا بدحال ہو گیا ہے کہ تو دنیا میں اسلام کیلئے باعثِ شرم ہو چکا ہے۔

۴۵۔ تجھے رگِ گل سے باندھا جا سکتا ہے اور ہوا کا ایک جھونکا تجھے بے حال کر سکتا ہے۔

۴۶۔ تیری فریاد سے عشق رسوا ہو گیا ہے اور تیرے بہزاد نے تجھے ایک قبیح صورت پیکر بنا کر دیا ہے۔

۴۷۔ تیری تکلیف سے اس کے رخسار زرد ہو گئے ہیں۔ تیری سردی سے اس کی آگ کا سوز بھی ختم ہو گیا ہے۔

۴۸۔ تیری خستہ حالیوں سے زہ بھی خستہ حال ہے۔ تیری ناتوانیوں سے زہ بھی ناتواں ہے۔

۴۹۔ اس کے پیمانے میں بچکانہ آنسو ہیں۔ اُس کے گھر کا ساز و سامان صرف آہوں کی کلفت ہے۔

۵۰۔ زہ میخانوں کی بھیک سے سرمست ہے۔ دوسرے مکانوں کے روزنوں سے چوری چھپے آ جانے والی روشنی، اس کے حصہ کا جلوہ ہے۔

۵۱۔ زہ ناخوش، افسردہ اور آزردہ ہے اور پاسبان کے گھونسوں

لانوں سے بے جان ہے۔

۵۲۔ غموں سے گھل گھل کر وہ سرکنڈے کی طرح ہو گیا ہے
اس کے لب پر فلک کی سینکڑوں شکایتیں ہیں۔

۵۳۔ اس کے آئینے کا جوہر خوشامد اور کینہ ہیں اور ناتوانی اسکی
پرانی رفیق ہے۔

۵۴۔ وہ بدنصیب، محکوم، پست فطرت، نالائق، ناامید اور نا
۵۵۔ اس کے آہ و نالے نے تیری جان سے اس کا سرمایہ چھین لیا
اور پڑوسی کی آنکھ نیند کی لذت سے محروم ہو گئی ہے۔

۵۶۔ افسوس ہے اس عشق پر جس کی آگ بجھ گئی ہو۔ جو کعبے میں
پیدا ہوا اور بت خانے میں مر گیا۔

۵۷۔ اے وہ کہ تیری ہتھیلی میں شاعری کی دولت ہے، تو اسے زندگی
کی کسوٹی پر کس۔

۵۸۔ فکر روشن، عمل کے لئے راہبر کا کام کرتی ہے جیسے کہ بجلی کی چمک
اس کی گرج سے پہلے ہوتی ہے۔

۵۹۔ ادب میں تجھے فکرِ صالح لانا اور عرب کی طرف لوٹنا چاہیئے۔

۶۰۔ دل کو عرب کی محبوبہ کے سپرد کر دینا چاہیئے تاکہ کُرد کی شام سے
حجاز کی صبح نمودار ہو (کسی کرد نے کسی عارف سے رہنمائی چاہی۔ اس کی اس
خواہش کو مذاق سمجھتے ہو عارف نے یہ مشورہ دیا کہ وہ چھت سے الٹا لٹک
ایک ورد پڑھے کرد نے ایسا ہی کیا اور خدا نے اس کے خلوص میں اسے
ولایت سے نوازا چنانچہ اس نے کہا کہ شام کو میں کرد تھا۔ لیکن صبح کو میں
عرب ہو گیا)۔

۶۱۔ تو نے عجم کے چمن زار سے پھول چُنے۔ ہندوستان اور ایران کی بہار کبھی تو نے دیکھی۔

۶۲۔ اب تھوڑی دیر کے لئے صحرا کی گرمی کا مزا بھی چکھ اور کھجور کی پرانی شراب بھی پی۔

۶۳۔ اپنا سر تو اس صحرا کی گرم بغل میں بھی دے اور اپنے جسم کو اُس کی گرم ہوا کے سپرد کر دے۔

۶۴۔ ایک مدت تک تو ریشمی لباس میں لپٹا رہا اب کپاس کے موٹے کھردرے کپڑے کی بھی عادت ڈال۔

۶۵۔ صدیوں تک تو لالہ کے پھولوں پر رقص کرتا رہا۔ اپنے رخسار کو پھول کی طرح شبنم سے دھوتا رہا۔

۶۶۔ اب جلا دینے والی ریت پر بھی اپنے کو ڈال اور زمزم کے چشمے میں بھی غوطہ لگا۔

۶۷۔ بلبل کی طرح آہ و فغان سے شوق کب تک۔ باغوں میں یہ آشیاں کب تک۔

۶۸۔ اے وہ کہ تیرے دام کی برکت سے ہُما بھی بلند مرتبہ ہو، تو اپنا آشیاں ایک اونچے پہاڑ پر بنا۔

۶۹۔ ایک ایسا آشیاں جو بجلی کی چمک اور گرج کو اپنی آغوش میں لے لے اور جو شہبازوں کے گھونسلوں سے بھی اونچا ہو۔

۷۰۔ یہاں تک کہ تو زندگی کی جدوجہد کے لائق ہو جا اور زندگی کی آگ سے تیرا جسم و جان سلگنے لگے۔

اس بیان میں کہ خودی کی تربیت کی تین منزلیں ہیں۔
پہلی منزل کو اطاعت، دوسری منزل کو ضبط نفس،
اور تیسری منزل کو نیابت الٰہی کے نام دیئے گئے ہیں۔

پہلی منزل، اطاعت

۱۔ خدمت و محنت اونٹ کا شیوہ اور صبر و استقلال اُس کا کام ہے۔

۲۔ اُس کے قدم راستے میں کم شور کرتے ہیں اور قافلے کے لئے وہ صحرا کی کشتی ہے۔

۳۔ اُس کے نقشِ قدم ہر بیابان کی قسمت ہیں اور وہ کم کھانے والا، کم سونے والا اور محنت کرنے والا ہے۔

۴۔ وہ محمل کا بوجھ اٹھا کر مستی سے چلتا ہے اور رقص کرتا ہوا منزل کی جانب رواں رہتا ہے۔

۵۔ وہ اپنی ہی رفتار کی کیفیت میں چور رہتا ہے اور سفر میں اپنے سوار سے زیادہ صبر کرتا ہے۔

۶۔ تو بھی اپنے فرائض کے بوجھ سے سرتابی نہ کر اور خدا کے پاس جو بہترین ٹھکانا ہے اُس سے نفع یاب ہو۔

۷۔ اے غفلت برتنے والے فرمانبرداری میں کوشاں رہ۔ جبر سے ہی اختیار پیدا ہوتا ہے (اقبال: مقصود یہ ہے کہ اعلیٰ اور سچی حریت اطاعت یعنی پابندی فرائض سے پیدا ہوتی ہے)

۸۔ بے حقیقت انسان فرمانبرداری سے کوئی حیثیت حاصل کر لیتا ہے

آگ اگر سرکشی کرتی ہے تو خس و خاشاک کی طرح (بے ضرر) ہو جاتی ہے۔

۹۔ جو شخص چاند ستاروں کو مسخر کرتا ہے وہ خود کو قانون کا پابند بنا لیتا ہے۔

۱۰۔ پھول کا قید خانہ ہوا کو خوشبو بنا دیتا ہے اور بُو کو قید ہونے سے ہرن کا نافہ بن جاتا ہے۔

۱۱۔ ستارے منزل کی جانب قدم بڑھائے چلے جاتے ہیں۔ انھوں نے ایک قانون کی اطاعت کر رکھی ہے۔

۱۲۔ نشو و نما کے قاعدے پر سبزہ اُگتا ہے اور اگر اس کے چھوڑنے پر مائل ہوتا ہے تو پاؤں سے روندا جاتا ہے۔

۱۳۔ لالے کے پھول کے لئے برابر جلتے رہنا اس کا قانون ہے اور اس کی رگوں میں اس کا خون برابر اچھلتا رہتا ہے۔

۱۴۔ ایک دوسرے سے مل جانے کے قانون کے تحت قطرے دریا ہو جاتے ہیں اور اسی قانون سے ذرے صحرا بن جاتے ہیں۔

۱۵۔ ہر چیز کا باطن کسی نہ کسی قانون سے تقویت پاتا ہے۔ پھر تو اس سامان سے کیوں غافل بھٹکتا ہے۔

۱۶۔ اے پرانے دستور سے خود کو آزاد کر لینے والے تو پھر سے اس چاندی کی زنجیر کو اپنے پاؤں کی زینت بنا لے۔

۱۷۔ قانون کی سختی کی شکایت نہ کر اور حضرت مصطفےٰ کی قائم کی ہوئی حدود سے باہر نہ جا۔

دوسری منزل، ضبط نفس

۱۔ تیرا نفس اونٹ کی طرح خود کی پرورش کرنے والا ہے۔ وہ اپنے

آپ کی پرستش کرتا ہے اپنے اوپر خود غالب رہتا ہے اور سرکش نہیں ہے۔

۲۔ مرد بن اور اس نفس کی لگام اپنے ہاتھ میں لے تاکہ اگر تو ٹھیکری ہے تو گوہر بن جائے۔

۳۔ وہ جو اپنے پر حکم نہیں چلا سکتا وہ دوسروں کا محکوم ہو جاتا ہے۔

۴۔ تیری تعمیر کی بنیاد مٹی سے ڈالی گئی ہے اور محبت میں خوف کو ملا دیا گیا ہے

۵۔ دنیا کا خوف، آخرت کا خوف، جان کا خوف، زمین آسمان کی مصیبتوں کا خوف۔

۶۔ مال و دولت کی محبت، وطن کی محبت، اپنوں اور عزیزوں کی محبت اور عورت کی محبت۔

۷۔ پانی اور مٹی کی آمیزش سے تن پروری ہوتی ہے اور تن بدکاریوں کا مارا ہوا اور ممنوعات کا شکار رہے۔

۸۔ جب تک تیرے ہاتھ میں لا الہ" کا عصا ہے تو ہر خوف کے طلسم کو توڑ سکتا ہے۔

۹۔ جب حق۔ جان کی طرح اس کے تن میں سما جاتا ہے تو باطل کے سامنے اس کی گردن نہیں جھکتی۔

۱۰۔ اس کے سینے میں خوف کے لئے راہ نہیں ہوتی اور اس کی طبیعت اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے مرعوب نہیں ہو سکتی۔

۱۱۔ جو کہ توحید کی سرزمین میں آباد ہو گیا۔ وہ بیوی بچوں کی بندش سے آزاد ہو گیا۔

۱۲۔ وہ خدا کے سوا ہر طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اور

(حضرت ابراہیمؑ کی طرح) بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دیتا ہے

۱۳۔ وہ اکیلا ہوتے ہوئے بھی، کسی لشکر کے ہجوم کی طرح ہوتا ہے۔ اسکی نظر میں جان، ہوا سے بھی زیادہ ارزاں ہوتی ہے۔

۱۴۔ "لاالٰہ" سیپی ہوجاتی ہے اور نماز موتی اور مسلمان کے دل کیلئے نماز حج اصغر کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۵۔ نماز مسلمان کے ہاتھ میں ایک خنجر کی مانند ہے جس سے وہ بے حیائی سرکشی اور برائی کا صفایا کر دیتا ہے۔

۱۶۔ روزہ بھوک اور پیاس پر چھاپہ مارتا ہے اور تن پروری کے خیبر جیسے قلعے کو مسمار کر دیتا ہے۔

۱۷۔ حج مومنوں کی فطرت کو منور کر دیتا ہے۔ وہ اپنا گھر بار چھوڑنے کی تعلیم دیتا ہے اور وطن کی محبت کو جلا کر رکھ دیتا ہے۔

۱۸۔ یہ ایک ایسی اطاعت ہے کہ جو مسلمانوں کی جمعیت کا سرمایہ ہے اور جو ملت کی کتاب کے اوراق کی شیرازہ بندی کرتی ہے۔

۱۹۔ زکوٰۃ دولت کی محبت کو فنا کرتی ہے اور سب کو مساوات سے آشنا کرتی ہے۔

۲۰۔ وہ فرمان الٰہی "حتیٰ تنفقوا" (جب تک تم وہ خرچ کرو جو تمھیں محبوب ہے) سے دل پختہ کرتی ہے۔ وہ دولت بڑھاتی ہے لیکن دولت کی محبت کم کرتی ہے۔

۲۱۔ یہ سب ارکان تیرے اپنے استحکام کے اسباب ہیں۔ اگر اسلام تیرا ہے تو تو بھی پختہ اور مستحکم ہے۔

۲۲۔ "یا قوی" کے ورد سے تو طاقتور بن جا، تاکہ تو اپنے جسم خاکی

اونٹ پر سوار ہو کر اس پر غلبہ حاصل کر سکے۔

تیسری منزل، نیابت الٰہی

۱۔ اگر تونے اپنے نفس کے اونٹ کو قابو میں کر لیا تو تو دنیا پر حکم چلائے گا اور تو اپنے سر کو حضرت سلیمانؑ کے تاج سے زینت دے گا۔

۲۔ جب تک دنیا باقی رہے گی تو اس کی زینت بنا رہے گا اور لازوال مملکت کا حکمران ہوگا۔

۳۔ دنیا میں خدا کا نائب ہونا اور عناصر پر حکمرانی کرنا بہت خوب ہے۔

۴۔ خدا کا نائب، دنیا کی جان و روح کے مثل ہے اور اس کی ہستی خدا کا سایہ ہے۔

۵۔ وہ جزو و کل کے اسرار سے واقف ہوتا ہے اور وہ دنیا میں اللہ کے حکم کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

۶۔ جب وہ دنیا کی وسعت میں اپنا خیمہ گاڑتا ہے تو وہ اس پرانی بساط کو درہم برہم کر دیتا ہے۔

۷۔ اس کی فطرت (نئے تصورات سے) بھرپور ہوتی ہے اور اپنے اظہار کی خواہاں ہوتی ہے اور اس طرح وہ ایک دوسری دنیا وجود میں لاتا ہے۔

۸۔ جزو و کل کے اس جہاں کی طرح سینکڑوں جہان اس کے خیال کی کیاریوں سے پھولوں کی طرح اُگتے ہیں

۹۔ وہ ہر خام فطرت کو پختہ بناتا ہے اور بتوں کو کعبے سے باہر نکال دیتا ہے۔

۱۰۔ اس کے مضراب سے دل کے تار صدا دینے لگتے ہیں۔ خدا کیلئے

ہی اُس کا جاگنا ہے اور خدا کے لئے ہی اُس کا سونا۔

۱۱۔ بڑھاپے کو وہ جوانی کی لے سکھاتا ہے اور ہر چیز کو شباب کا رنگ دیتا ہے

۱۲۔ وہ انسانوں کو بشارت دیتا ہے اور انھیں ڈراتا بھی ہے۔ وہ سپاہی بھی ہے، سپہ سالار بھی اور امیر بھی۔

۱۳۔ وہ چیزوں کے ناموں کے علم کا مدعا ہے (جس کی بنا پر روزِ ازل اس کی فرشتوں پر برتری قائم ہوئی تھی) اور اس خدائے قدوس کا راز ہے جس نے اپنے رسولؐ کو رات میں (یعنی شبِ معراج) سیر کرائی۔

۱۴۔ (حضرت موسیٰؑ کی طرح) اُس کا دستِ روشن، لاٹھی سے مضبوط تر ہے یعنی اسے ہر شے پر جو قدرت حاصل ہے وہ اس کے علم کے ساتھ ساتھ پیدا کی گئی ہے۔

۱۵۔ جب وہ شہسوار اپنے ہاتھ میں باگ سنبھال لیتا ہے تو زمانے کا گھوڑا اور تیز دوڑنے لگتا ہے۔

۱۶۔ اس کی ہیبت سے دریائے نیل خشک ہو جاتا ہے اور مصر سے بنی اسرائیل کو نکال لے جاتا ہے۔

۱۷۔ اس کی آوازِ قُم (کھڑا ہو جا) سے مردہ جسم اس طرح اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جیسے صنوبر باغ میں۔

۱۸۔ اُس کی ذات، دنیا کی ہستی کی توجیہہ ہے اور اس کے جلال میں دنیا کے لئے نجات ہے۔

۱۹۔ اُس کے سائے کی وجہ سے ذرہ، آفتاب سے واقف ہوتا ہے، اور اس کی گرانمایگی سے زندگی کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔

۲۰۔ وہ اپنے عمل کے معجزے سے چیزوں میں جان ڈال دیتا ہے

اور اس طرح عمل کے طریقوں کو وہ جدید سے جدید تر بناتا رہتا ہے۔

۲۲۔ اُس کے نقشِ قدم سے تجلیاں ابھرتی ہیں۔ سینکڑوں موسیٰ اُس کے سینا کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔

۲۳۔ وہ زندگی کی نئی تفسیر کرتا ہے اور اس خواب کی ایک نئی تعبیر دیتا ہے۔

۲۳۔ اُس کی پر اسرار زندگی، رازِ حیات ہے اور اس کا وہ نغمہ جو کانوں میں نہیں پڑا ہے۔ سازِ حیات ہے۔

۲۴۔ فطرت کی مضمون باندھنے والی فطرت جب خون ہو گئی تب اُس کی ذات کے دو بیت موزوں ہوئے۔

۲۵۔ ہماری مٹھی بھر خاک آسمان پر جا پہنچی۔ کیونکہ اسی غبار سے وہ شہسوار نمودار ہوگا۔

۲۶۔ ہمارے آج کی راکھ میں وہ شعلہ سویا ہوا ہے جو کل ہماری دنیا کو چمکا دے گا۔

۲۷۔ ہماری کلی کے دامن میں پورا گلستاں ہے۔ ہماری آنکھ کل کی صبح سے روشن ہے۔

۲۸۔ اے زمانے کے سبزہ رنگ گھوڑے کے شہسوار آ۔ اے امکان کی آنکھ کی روشنی آ۔

۲۹۔ ایجاد و تخلیق کے ہنگامے کی رونق بن اور ہماری آنکھوں کی دنیا میں بس جا۔

۳۰۔ قوموں کے ہنگاموں کو خاموش کر۔ اپنے نغموں کو ہمارے لئے فردوس گوش کر۔

۳۱۔ اٹھ اور بھائی چارے کے قانون کا ساز چھیڑ اور محبت کی شراب کا جام بھر دے۔

۳۲۔ دنیا میں صلح و آشتی کے دن پھر لوٹا لا۔ لڑنے والوں کو صلح کا پیغام دے

۳۳۔ عالمِ انسانیت کھیت ہے تو تو اس کا حاصل ہے۔ زندگی کے قافلے کے لئے تو منزل ہے۔

۳۴۔ خزاں کے ستم سے درختوں کے پتے جھڑ گئے ہیں۔ بہار کی طرح تو ہمارے باغ سے گزر۔

۳۵۔ ہماری پیشانیاں شرمسار ہیں۔ پھر کبھی بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے سجدے تو قبول کر۔

۳۶۔ تیرے وجود سے ہماری سرفرازی ہے۔ اسی وجہ سے دنیا کو پھونک دینے والا یہ سوز ہمارے دل میں ہے۔

حضرت علیؓ کے ناموں کے اسرار کی شرح میں

۱۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے اور بہادروں کے سردار حضرت علیؓ ہیں اور عشق کے لئے آپ کی ذات سرمایۂ ایمان ہے۔

۲۔ انھیں کے خاندان سے محبت کی وجہ سے میں زندہ ہوں اور دنیا میں موتی کی طرح چمک رہا ہوں۔

۳۔ میں نرگس ہوں اور نظارے کے لئے بیتاب ہوں اور ان کے چمن میں مثل بو آوارہ ہوں

۴۔ اگر میری خاک سے زمزم ابل رہا ہے تو یہ انھیں کی وجہ سے ہے۔ اگر میرے انگور کی بیل سے شراب ٹپک رہی ہے تو یہ بھی انھیں کے سبب ہے۔

۵- میں خاک ہوں اور اُن کی محبت سے آئینہ ہو گیا ہوں۔ یہاں تک کہ میرے سینہ میں موجود خدا دیکھی جا سکتی ہے۔

۶- اُن کے چہرے سے پیغمبر خدا فال لیتے تھے اور خدا پرست ملت نے انھیں کی شان و شکوہ سے شوکت و عظمت حاصل کی ہے۔

۷- ان کا قول ہمارے واضح دین کی قوت ہے۔ انھیں کے عطیہ سے کائنات زیر آئین ہے۔

۸- خدا کے رسولؐ نے انھیں "بوتراب" نام دیا اور خدا نے قرآن میں "ید اللہ" (اللہ کا ہاتھ) کہا۔

۹- جو شخص زندگی کے رازوں سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت علیؓ کے ناموں کے راز کیا ہیں۔

۱۰- وہ تاریک مٹی جس کا نام جسم ہے، عقل اُس کے ستم سے آہ و فریاد کر رہی ہے۔

۱۱- آسمان پر پہنچنے والی فکر اس کی وجہ سے زمین بوس ہے اور اسی سے آنکھ اندھی اور کان بہرے ہیں۔

۱۲- ہوس کی دو دھاری تلوار اُس نے ہاتھ میں اٹھا رکھی اور اس رہزن کی وجہ سے راہ چلنے والوں کے دل ٹوٹ گئے ہیں۔

۱۳- شیر خدا (حضرت علیؓ) نے اس خاکی جسم کو تسخیر کر لیا اور اس بے نور مٹی کو اکسیر بنا دیا۔

۱۴- مرتضیٰ کہ جن کی تلوار سے حق روشن ہے، وہ "بوتراب" (مٹی کے باپ) جسم کے ملک کو فتح کرنے کی وجہ سے ہیں۔

۱۵- جس نے ملکوں کو فتح کیا اس کی ذاتی حیثیت اپنی کراری کی

جو سے ہے۔ اس کے گوہر کے لیئے آبرو اس کی خودداری ہے

۱۶۔ جو بھی دنیا میں (حضرت علیؓ کی طرح اپنے جسم پر فتح پا کر)
تراب ہو گیا وہ (حضرت علیؓ کے مثل) سورج مغرب سے پھر واپس لوٹا
سکتا ہے۔

۱۷۔ جس نے جسم کے گھوڑے پر زین کس لیا وہ سلطنت کی انگوٹھی پر
مینہ کی طرح پیوست ہو گیا۔

۱۸۔ یہاں اس کے قدموں کے نیچے خیبر کی شان و شوکت ہے تو
وہاں اس کا ہاتھ جام کوثر تقسیم کرتا ہے۔

۱۹۔ خود آگاہی سے وہ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے اور اللہ کا ہاتھ
بن کر شہنشاہی کرتا ہے۔

۲۰۔ اس کی ذات علوم کے شہر کا دروازہ بن جاتی ہے۔ حجاز
چین اور روم اس کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔

۲۱۔ اپنے جسم خاکی پر حکمران ہونا چاہیئے تاکہ تو اپنی انگور کی بیل
سے شفاف شراب پی سکے۔

۲۲۔ خاک ہو جانا پروانے کا طریقہ ہے۔ مٹی کا باپ ہونا ہی مردانگی ہے

۲۳۔ اے کہ تو پھول کی طرح نازک بدن ہے، پتھر بن تاکہ چمن
کی دیوار کے لیئے بنیاد بنے۔

۲۴۔ اپنی خاک سے ایک نیا انسان پیدا کر اور اس انسان کیلئے
ایک نئی دنیا بنا۔

۲۵۔ اگر تو نے اپنی خاک سے دیوار و در نہ بنائے تو کوئی اور اس سے
اینٹیں بنا لے گا۔

۲۶۔ تو بناصل آسمان کے ستم سے تنگ ہے اور تیرا جام پتھر کے ظلم کا فریادی ہے۔

۲۷۔ یہ نالہ، فریاد اور ماتم کب تک اور یہ مسلسل سینہ پیٹنا کب تک۔

۲۸۔ عمل میں زندگی کا مضمون پوشیدہ ہے تخلیق کی لذت، زندگی کا قانون ہے۔

۲۹۔ اٹھ اور ایک نئی دنیا کا خالق بن۔ آگ کو آغوش میں لے اور حضرت ابراہیمؑ جیسا نعرۂ حق لگا۔

۳۰۔ ناموافق دنیا سے بنا کے رکھنے کا مطلب ہے میدان میں اپنے ہتھیار ڈال دینا۔

۳۱۔ وہ خوددار مرد جو پختہ کار ہو جاتا ہے، اس کے مزاج کے مطابق زمانہ خود کو بناتا ہے۔

۳۲۔ اگر زمانہ خود کو اس کے مزاج کے مطابق نہ بنائے تو وہ مرد آسمان سے جنگ پر تیار ہو جاتا ہے۔

۳۳۔ وہ عالم موجودات کی بنیاد کھود ڈالتا ہے اور ذرات کو نئی ترکیب دیتا ہے۔

۳۴۔ زمانے کی گردش کو درہم برہم کر دیتا ہے اور نیلے آسمان کو الٹ پلٹ کر دیتا ہے۔

۳۵۔ وہ اپنی طاقت سے ایک ایسا زمانہ ظاہر کرتا ہے جو موافق ہوتا ہے۔

۳۶۔ اگر دنیا میں مردانہ وار زندگی ممکن نہ ہو تو اس کے لئے جوانمردوں کی طرح اپنی جان دے دینا ہی زندگی ہے۔

۳۷۔ جو قلب سلیم کا مالک ہوتا ہے وہ بڑی بڑی مہموں کے ذریعے

نا زور آزماتا ہے۔

۳۸۔ عشق مشکل چیزوں کے ساتھ کشمکش سے خوش ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم کی طرح وہ شعلوں سے پھول چن کر مسرت محسوس کرتا ہے۔

۳۹۔ میدان عمل کے جواں مردوں کی قوت کے امکانات ان کی مشکل پسندی سے ظاہر ہوتے ہیں۔

۴۰۔ پست ہمتوں کا ہتھیار بس کینہ ہے زندگی کا صرف یہی ایک قانون ہے۔

۴۱۔ (یعنی) زندگی اس قوت کا نام ہے جو ظاہر ہو۔ اس کی اصل غالب اور برتر ہونے کا ذوق ہے۔

۴۲۔ بے جا معافی کے رجحان سے زندگی کے خون میں سردی آجاتی ہے۔ جیسے زندگی کے موزوں شعر میں سکتہ واقع ہو جائے۔

۴۳۔ جو شخص ذلت کی گہرائی میں پڑا ہوا ہے وہ اپنی ناتوانائی کو قناعت کہتا ہے۔

۴۴۔ ناتوانی زندگی کے لئے ایک رہزن ہے۔ اس کے بطن میں خوف اور جھوٹ پنپتے ہیں۔

۴۵۔ اس کا باطن اچھے اوصاف سے خالی ہے۔ اس کے دودھ سے برائیاں فربہ ہوتی ہیں۔

۴۶۔ اے عقل سلیم رکھنے والے ہوشیار رہ! کمزوری کا یہ دشمن طرح طرح گھات لگاتا ہے۔

۴۷۔ اگر تو عقل مند ہے تو اس کا دھوکہ نہ کھا۔ وہ (کمزوری) ہر زمانے میں گرگٹ کی طرح نیا رنگ بدلتی ہے

۴۸۔ نظر رکھنے والے اُس کی شکل نہیں پہچانتے۔ اس کے چہرے پر طرح طرح کے پردے پڑے ہیں۔

۴۹۔ کبھی اس پر رحم اور نرمی پردہ ڈال لیتے ہیں اور کبھی انکساری کی چادر اسے چھپاتی ہے۔

۵۰۔ کبھی وہ مجبوری میں چھپی ہوتی ہے۔ کبھی وہ معذوری میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

۵۱۔ وہ تن آسانی کی شکل میں اپنا چہرہ دکھاتی ہے اور قوت رکھنے والوں کے ہاتھ سے دل چھین لیتی ہے۔

۵۲۔ سچائی، توانائی کے ساتھ جڑواں ہے۔ اگر تو اپنے سے آگاہ ہو جائے تو یہی جمشید کا پیالہ ہے۔

۵۳۔ زندگی کھیتی ہے اور قوت اس کا حاصل ہے اور حق و باطل کے راز کی شرح ہی قوت ہے۔

۵۴۔ اگر مدعی قوت سے مالا مال ہے تو اس کا دعویٰ دلیل سے بے نیاز ہے۔

۵۵۔ قوت سے باطل میں حق کی شان پیدا ہوتی ہے اور حق کو باطل کر کے باطل اپنے کو حق سمجھنے لگتا ہے۔

۵۶۔ اُس کے حکم "کُن" (ہو جا) سے زہر کوثر بن جاتا ہے وہ خیر کو شر کہتا ہے اور وہ شر ہو جاتا ہے۔

۵۷۔ اے شخص جو کہ (تجھے سونپی گئی) امانت کے آداب سے بے خبر ہے، خود کو دو جہان سے بہتر شمار کر

۵۸۔ زندگی کے رازوں سے آگاہ ہو اور اللہ کے علاوہ جو کچھ ہے

اُس پر سخت گیر اور اُس سے بے تعلق ہو جا۔

۵۹۔ اے عقلمند، تو آنکھ، کان اور ہونٹ کھول۔ پھر بھی اگر تو سچائی کی راہ نہ دیکھے تو مجھ پر ہنس دینا۔

مرو کے ایک نوجوان کی حکایت جو حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ کے پاس آیا اور دشمنوں کے ستم کی فریاد کرتا تھا

۱۔ ہجویر کے سید (حضرت داتا گنج بخش رحمۃ) قوموں کے مخدوم ہیں۔ ان کا مزار خواجہ معین الدین چشتیؒ کے لیے حرم کی طرح تھا۔

۲۔ انھوں نے (اپنے وطن کے) کہسار کی بندشیں آسانی سے توڑ دیں اور ہندوستان کی زمین میں سجدے کا بیج بویا۔

۳۔ اُن کے نور برکت سے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے کی یاد تازہ ہو گئی۔ ان کے اقوال سے حق کی آواز بلند ہوئی۔

۴۔ وہ قرآن مجید کی عزت کے پاسبان تھے۔ ان کی نگاہ سے باطل کا گھر اُجڑ گیا۔

۵۔ ان کے دم سے پنجاب کی خاک زندہ ہو گئی۔ ہماری صبح اُن کے سورج سے جگمگا اٹھی۔

۶۔ وہ عاشق تھے اور عشق کے نہایت تیز پرواز قاصد تھے اُن کی پیشانی سے عشق کے راز ظاہر تھے۔

۷۔ ان کے کمالات میں سے ایک کی داستان سناتا ہوں۔ پورے گلشن کو ایک کلی میں چھپا کر پیش کرتا ہوں۔

۸۔ ایک نوجوان جس کا قد سرو کی طرح بلند تھا، شہر مرو سے لاہور آیا۔

۹۔ وہ بیدار خواب کی خدمت میں پہنچا تاکہ وہ اپنے اندھیروں کو (اُن کی ہدایت کے) آفتاب سے دور کرے۔

۱۰۔ اس نے کہا کہ میں دشمنوں کی صف میں گھرا ہوا ہوں۔ اور میں پتھروں کے درمیان صراحی (کی طرح) ہوں۔

۱۱۔ اے آسمان پر مکاں رکھنے والے بادشاہ مجھے دشمنوں کے درمیان زندگی بسر کرنا سکھا دیجئے۔

۱۲۔ وہ واقف راز بزرگ کہ جن کی ذات میں جمال بھی تھا اور جن کا پیمانِ محبت جلال سے بندھا تھا۔

۱۳۔ بولے: اے رازِ حیات سے ناواقف اور زندگی کے آغاز و انجام سے غافل!

۱۴۔ دوسروں کے اندیشوں سے خود کو فارغ کر لے اور اپنی سوئی ہوئی قوت کو بیدار کر۔

۱۵۔ جب پتھر خود کو شیشہ سمجھ لیتا ہے تو وہ شیشہ بن جاتا ہے اور ٹوٹنا اختیار کر لیتا ہے۔

۱۶۔ اگر رہرو خود کو کمزور شمار کر لیتا ہے تو اپنی جان کی دولت رہزن کے سپرد کر دیتا ہے۔

۱۷۔ تو کب تک خود کو پانی اور مٹی شمار کرتا رہے گا۔ اپنی مٹی سے طور کا شعلہ پیدا کر۔

۱۸۔ عزیزوں سے خفا رہنا کیوں اور دشمنوں کی شکایت کرنا کیوں

۱۹۔ میں سچ کہتا ہوں، سارے دشمن تیرے دوست ہیں۔ ان کے وجود سے تیرے بازار کی رونق ہے۔

۲۰۔ جو شخص خودی کے مقامات سے واقف ہے۔ وہ اسے خدا کا فضل سمجھتا ہے کہ دشمن طاقتور ہے۔

۲۱۔ انسان کی کھیتی کے لئے دشمن بادل ہوتا ہے۔ وہ اُس کے امکانات کو خواب سے بیدار کرتا ہے۔

۲۲۔ اگر ہمت مضبوط ہے تو راستے کا پتھر پانی بن جاتا ہے۔ طوفانی دھارے کے لئے راستے کی پستی اور بلندی کیا چیز ہے۔

۲۳۔ حوصلے کی تلوار کے لئے راستے کا پتھر، سان بن جاتا ہے۔ منزل کاٹنا حوصلے کی تلوار کا امتحان ہے۔

۲۴۔ جانور کی طرح کھانے پیٹ بھرنے سے کیا فائدہ۔ اگر خود میں پختگی نہ آئی تو کیا حاصل۔

۲۵۔ خود کو خودی سے اس طرح پختہ کر کہ اگر تو چاہے تو جہان کو درہم برہم کر دے۔

۲۶۔ اگر فنا ہونا چاہتا ہے تو اپنی خودی سے بے تعلق ہو جا۔ اگر باقی رہنا چاہتا ہے تو خودی کو محفوظ کر لے۔

۲۷۔ مر جانا کیا ہے؟۔ خودی سے غافل ہو جانا۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ یہ جان و تن کا جدا ہو جانا ہے۔

۲۸۔ حضرت یوسف کی طرح تو خودی میں قیام کر اور غلامی سے شہنشاہی جانب قدم بڑھا۔

۲۹۔ خودی میں غوطہ لگا اور صاحب عمل بن۔ مردِ حق اور واقفِ راز ہو

۳۰۔ میں داستانوں سے راز کی تشریح کرتا ہوں۔ پھونکوں کے زور سے کلی کو کھولتا ہوں۔

۳۱۔ (بقول مولانا روم) "یہ بہتر ہے کہ معشوقوں کے راز، دوسروں کی باتوں کے ذریعے بیان کئے جائیں"۔

ایک پرندے کی حکایت جو کہ پیاس سے بیتاب تھا

۱۔ ایک پرندہ پیاس سے بیتاب تھا۔ اس کے جسم میں سانس دھوئیں کی موج کی طرح ہو گئی تھی۔

۲۔ اُس نے باغ میں ہیرے کا ایک ریزہ دیکھا۔ پیاس نے (اس ریزے میں) اُسے پانی کا نظارہ دکھایا۔

۳۔ سورج کی طرح چمکنے والے اس ریزے کے دھوکے سے نادان پرندے نے پتھر کو پانی سمجھا۔

۴۔ موتی سے وہ نمی کا سرمایہ نہ حاصل کر سکا۔ اُس پر چونچ ماری اور اس کا حلق تر نہ ہوا۔

۵۔ ہیرے نے کہا کہ اے ہوس غلام۔ تو نے مجھ پر اپنی خواہش کی چونچ تیز کی۔

۶۔ میں پانی کا قطرہ نہیں ہوں۔ نہ میں ساقی ہوں میں دوسروں کے لئے اپنا وجود باقی نہیں رکھتا۔

۷۔ تو مجھے تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے۔ کیا تو دیوانہ ہے۔ کیا تو خود کو ظاہر کرنے والی زندگی سے ناواقف ہے۔

۸۔ میری آب و تاب پرندوں کی چونچ توڑ دیتی ہے۔ اور آدمی کیلئے تو وہ اُس کے جان کا موتی توڑ ڈالتی ہے۔

۹۔ پرندے کو ہیرے سے اپنا دلی مقصد حاصل نہ ہوا۔ اور اس چمکدار

ریزے سے اس نے اپنا منھ پھیر لیا۔

۱۰۔ اس کے سینے میں حسرت نے گھر کر لیا اور اس کے گلے میں آواز فریاد بن گئی۔

۱۱۔ ایک پھول کی شاخ کے سرے پر شبنم کا ایک قطرہ بلبل کی آنکھ کے آنسو کی طرح چمک رہا تھا۔

۱۲۔ اس کی چمک سورج کے شکریے میں محو تھی اور اس کے بدن پر سورج کے خوف سے لرزہ طاری تھا۔

۱۳۔ وہ آسمان پر پیدا ہوئے گردش کے عادی ستارے کی طرح کچھ دیر کے لئے اپنے ذوقِ نمائش کی بنا پر قائم تھی۔

۱۴۔ اس نے کلی اور پھول سے سینکڑوں دھوکے کھائے لیکن زندگی سے اُسے کوئی حصہ نہ ملا۔

۱۵۔ دل ہارے ہوئے عاشق کے آنسو کی طرح جو پلکوں پر آراستہ ہو اور ٹپکنے پر آمادہ ہو۔

۱۶۔ بے تاب پرندہ پھول کی شاخ کے نیچے پہنچا۔ اُس کے منھ میں شبنم کا قطرہ ٹپک گیا۔

۱۷۔ اے وہ کہ جو دشمن سے جان بچانا چاہتا ہے۔ میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ تو قطرہ ہے یا موتی۔

۱۸۔ جب پرندہ پیاس کے سوز سے گھلا جا رہا تھا۔ اُس نے دوسرے کی زندگی سے فائدہ اٹھایا۔

۱۹۔ قطرہ سخت جسم اور موتی کی فطرت رکھنے والا نہ تھا۔ ہیرے کا ریزہ باقی رہا اور وہ نہ رہا۔

۲۰۔ خودی کی حفاظت سے ایک دم غافل نہ ہو۔ ہیرے کا ریزہ بن، شبنم نہ بن۔

۲۱۔ پہاڑ کی طرح پختہ فطرت رہ۔ ایسے سینکڑوں ابر آغوش میں لے جن سے دریا بہنے برستے ہیں۔

۲۲۔ اپنی خودی کو قبول کر کے اپنے آپ کو پالے۔ اپنی ذات کے پارے کو جما کر چاندی بن جا۔

۲۳۔ خودی کے تار سے نغمہ پیدا کر اور خودی کے راز کو نمایاں کر دے۔

ہیرے اور کوئلے کی حکایت

۱۔ حقیقت کا میں پھر دروازہ کھولتا ہوں اور تجھے ایک دوسری بات سناتا ہوں۔

۲۔ کان میں کوئلے نے ہیرے سے کہا: اے لازوال جلووں کے امانت دار

۳۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ہمدم ہیں اور ہمارا وجود اور ہستی ایک ہے اور دنیا میں ہمارے وجود کی اصل بھی ایک ہے۔

۴۔ میں کان میں بیچارگی کی تکلیف سے مرتا ہوں۔ تو شہنشاہوں کے تاج پر پہنچا ہے۔

۵۔ میری قدر میری بدصورتی کی وجہ سے خاک سے بھی کم ہے اور تیرے حسن سے آئینے کا دل بھی پارہ پارہ ہے۔

۶۔ میری تاریکی سے انگیٹھی روشن ہوتی ہے لہٰذا میرے جوہر کا کمال راکھ ہے۔

۷۔ ہر شخص میرے سر پر اپنے تلوے مارتا ہے اور میری ہستی کے ساز د

سامان پر انگارے ڈالتا ہے۔

۸۔ میری متاعِ زندگی پر آنسو بہائے جانا چاہیئے۔ تو جانتا ہے میرے وجود کا ساز و سامان کیا ہے۔

۹۔ دھوئیں کی موج جو اس سے پیوستہ ہو گئی ہے اور اڑتی ہوئی ایک چنگاری جس سے وہ مالامال ہے۔

۱۰۔ تیرا چہرہ ستارے کی طرح ہے۔ اسی کی طرح تیری فطرت ہے۔ تیرے ہر پہلو سے تجلیاں ابھرتی ہیں۔

۱۱۔ کبھی تو بادشاہوں کی آنکھ کا نور بن جاتا ہے۔ کبھی تو خنجر کے دستے کی آرائش ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ ہیرے نے کہا: اے نکتہ داں ساتھی، کالی خاک اگر پختگی حاصل کر لیتی ہے تو وہ نگینہ بن جاتی ہے۔

۱۳۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گرد و پیش کے ساتھ کشمکش میں مبتلا ہوتی ہے اور اس جد و جہد سے وہ پتھر کی طرح پختہ ہو جاتی ہے۔

۱۴۔ پختگی سے میرا پیکر جب پُر نور ہو گیا اور میرا سینہ تجلیات سے بھر گیا۔

۱۵۔ تو اپنے خام وجود کی بنا پر خوار ہوا اور اپنے جسم کی نرمی کی وجہ سے تو جل اٹھا

۱۶۔ اے انسان تو بھی خوف، غم اور وسوسوں سے آزاد ہو اور پتھر کے مثل ہو، ہیرا بن جا۔

۱۷۔ جو سخت کوش اور سخت گیر ہوتا ہے اس سے دونوں عالم روشنی کے طلب گار ہوتے ہیں

۱۸۔ ایک مٹھی بھر خاک سنگِ اسود کی اصل ہے۔ وہ حرم پاک کے گریبان سے باہر اپنا سر نکالے ہوئے ہے۔

۱۹۔ اس کا رتبہ کوہ طور سے بھی زیادہ بلند ہو گیا ہے، وہ رندانِ آوارہ گوروں کا بوسہ گاہ بن گیا ہے۔

۲۰۔ سختی اور پختگی میں زندگی کی آبرو ہے اور کمزوری اور بیچارگی ناپختگی ہے۔

شیخ و برہمن کی حکایت اور گنگا اور ہمالیہ کا مکالمہ

اس معنی میں کہ ملی زندگی کا تسلسل، مخصوص ملی روایات سے پختہ وابستگی پر منحصر ہے

۱۔ بنارس میں ایک قابلِ احترام برہمن تھا۔ وہ ہستی اور عدم کے سمندر میں ڈوبا رہتا تھا۔

۲۔ وہ حکمت کے ایک بڑے حصہ کا مالک تھا اور خدا کی تلاش کرنے والوں سے عقیدت رکھتا تھا۔

۳۔ اس کا ذہن گرفت کرنے والا اور نئی باتیں تلاش کرنے والا تھا اور (بلندی میں) اس کی عقل ثریا کے برابر تھی۔

۴۔ اس کا آشیانہ عنقا کی طرح بلند تھا۔ سورج اور چاند اس کے شعلۂ فکر پر سپند کے دانوں کی طرح تھے۔

۵۔ مدتوں تک اس نے اپنی صراحی خون میں ڈالے رکھی (وہ محنت و مشقت کرتا رہا)، لیکن ساقی حکمت نے اس کے جام میں شراب نہ ڈالی۔

۶۔ علم و حکمت کے باغ میں اس نے جال بچھائے مگر اس کے جال کی آنکھ نے معنی کا پرندہ نہ دیکھا۔

۷۔ اس کی فکر کا ناخن آلودہ ہو گیا اور ہستی و عدم کی گتھی نہ سلجھی۔

۸۔ اس کے ہونٹوں پر آہ اُس کے غم کی گواہ تھی اور اس کا چہرہ اس کے پریشان دل کو ظاہر کرتا تھا۔

۹۔ ایک دن وہ ایک شیخ کامل کے پاس گیا جو اپنے سینے میں ایک دل رکھتا تھا۔

۱۰۔ اس نے اپنے کان اُس کامل کے ارشادات پر لگا دیئے اور اپنے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگا لی۔

۱۱۔ شیخ نے کہا اے بلند آسمان کا چکر لگانے والے۔ تھوڑی دیر کے لئے تو خاک سے بھی پیمان وفا باندھ۔

۱۲۔ تاکہ تو جنگل اور بیابان میں بھٹکنے لگے اور تیری تدبر فکر آسمان سے آگے نکل جائے۔

۱۳۔ اے آسمانوں میں گشت لگانے والے، زمین سے بھی تعلق پیدا کر۔ صرف ستاروں کے موتیوں کی تلاش میں نہ پھر۔

۱۴۔ میں نہیں کہتا کہ تو بتوں سے بیزار ہو جا۔ لیکن اپنی کافری کو زنار کے لائق بنا۔

۱۵۔ اے قدیم تہذیب کے امین، اپنے قدم اپنے آباؤ اجداد کے طریقے سے نہ ہٹا۔

۱۶۔ اگر قوم کی زندگی جمعیت سے ہے تو کفر کا سارا سرمایہ بھی جمعیت ہے۔

۱۷۔ تو اپنی کافری میں بھی کامل نہیں اور دل کے حرم کے طواف کے قابل نہیں

۱۸۔ ہم تسلیم و رضا کے راستے سے دور پڑے ہیں تو آزر بھی دور ہے اور میں ابراہیم دور ہوں۔

۱۹۔ ہمارا مجنوں محمل کا دیوانہ نہ ہوا۔ وہ عاشقی کے جنوں میں کامل نہ ہو پایا۔

۲۰۔ جب خودی کی شمع وجود کے اندر بجھ گئی تو آسمان کی منزلیں طے کرنے والے خیال سے کیا فائدہ۔

۲۱۔ پانی نے پہاڑ کے دامن پر چنگل مارا۔ ایک دن ہمالہ نے دریائے گنگا سے کہا۔

۲۲۔ اے وہ کہ جو پیدائش کی صبح سے کاندھوں پر برف لئے ہوئے ہے۔ تیرے جسم پر دریاؤں کے زنار پڑے ہوئے ہیں۔

۲۳۔ خدا نے تجھے آسمان کا ہمراز بنایا ہے۔ تیرے پاؤں کو خرام ناز سے محروم کیا ہے۔

۲۴۔ تیرے پیروں سے رفتار کی طاقت چھین لی ہے۔ اس وقار، بلندی اور غرور سے کیا فائدہ۔

۲۵۔ زندگی مسلسل چلنے میں ہے۔ موج کی زندگی کا ساز و سامان اس کے دوڑنے میں ہے۔

۲۶۔ پہاڑ نے جب دریا سے یہ طعنہ سنا تو آگ کے سمندر کی طرح غصے سے بھڑک اٹھا۔

۲۷۔ اس نے کہا کہ تیری وسعت میرا آئینہ ہے۔ تیرے جیسے سینکڑوں دریا میرے سینے میں ہیں۔

۲۸۔ یہ خرام ناز، فنا کا سامان ہے۔ جو بھی اپنی ہستی سے دور ہوا وہ فنا کے لائق ہے۔

۲۹۔ تو اپنے مقام سے واقفیت نہیں رکھتا اور یہ تیری نادانی ہے کہ تو اپنے نقصان پر ناز کرتا ہے۔

۳۰۔ اے کہ تو آسمان کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ تجھ سے بہتر تو

وہ کنارا ہے جو اپنی جگہ پڑا ہے۔

۳۱۔ تو نے اپنی ہستی سمندر کی نذر کر دی۔ رہزن کے سامنے تو نے اپنی جان کی دولت ڈال دی۔

۳۲۔ باغ میں پھول کی طرح تو خوددار بن۔ خوشبو کو پھیلانے کیلئے تو پھول چننے والے کے پیچھے نہ جا۔

۳۳۔ زندگی اپنی جگہ پر خود ترقی کرنے میں اور خودی کی کیاری سے پھول چننے میں ہے۔

۳۴۔ صدیاں گزر گئیں اور میں اپنے پیر مٹی میں جمائے (کھڑا) ہوں تو سوچتا ہے کہ میں اپنی منزل سے دور ہوں۔

۳۵۔ میں نے ترقی کی اور آسمان تک جا پہنچا۔ میرے دامن کے نیچے ثریا بھی آرام کرتی ہے۔

۳۶۔ تیرا وجود سمندر میں بے نشان ہے۔ میری چوٹی ستاروں کی سجدہ گاہ ہے۔

۳۷۔ میری آنکھ آسمان کے راز دیکھتی ہے۔ میرے کان فرشتوں کی پرواز (کی آہٹ) سے واقف ہیں۔

۳۸۔ کیونکہ میں مسلسل کوشش کی آگ میں جلتا رہتا ہوں، اس لئے میں، لعل، ہیرے اور موتی ذخیرہ کر کے رکھتا ہوں۔

۳۹۔ (بقول مولانا روم) میرے اندر پتھر ہے اور پتھر کے اندر آگ ہے اور میری آگ تک پانی کا گذر نہیں۔

۴۰۔ تو اگر قطرہ بھی ہے تو تو خود کو اپنے اندر ہی پیر پر نہ گرا، بلکہ طوفان کے ساتھ جدوجہد کر اور سمندر سے جنگ کر۔

۴۱۔ تو موتی کی آب و تاب کی خواہش کر اور موتی کا ریزہ بن اور کسی محبوب کے کان کا آویزہ بن۔

۴۲۔ یا خود کو ترقی دے اور تیز رفتار بن۔ ایسا بادل بن جا جو بجلیاں گرائے اور دریا برسائے

۴۳۔ تجھ سے سمندر طوفان کے بھیک مانگے گا اور اپنی تنگئی دامن کے شکوے کرے گا۔

۴۴۔ وہ اپنے کو ایک موج سے بھی کم شمار کرے گا اور خود کو تیرے قدموں کے آگے ڈال دے گا۔

اس بیان میں کہ مسلمان کی زندگی کا مقصد اللہ کے کلمے کو بلند کرنا ہے اور جہاد سے اگر تسخیر ممالک کی تحریک ملتی ہو تو مذہب اسلام میں حرام ہے۔

۱۔ دل کو اللہ کے رنگ میں رنگ دے۔ عشق کو ناموس و نام و ننگ دے۔

۲۔ مسلمان کی طبیعت محبت سے غالب ہے۔ مسلمان اگر عاشق نہیں ہے تو کافر ہے۔

۳۔ اس کا دیکھنا، نہ دیکھنا، کھانا، پینا، سونا سب خدا کے تابع ہے۔

۴۔ اس کی مرضی میں خدا کی مرضی گم ہو جاتی ہے۔ لیکن بقول مولانا روم، اس بات کو لوگ کب باور کریں گے۔

۵۔ وہ اپنا خیمہ توحید کے میدان میں لگاتا ہے اور دنیا میں لوگوں پر گواہ بن کر آتا ہے۔

۶۔ اس کے حال کے گواہ، انسانوں اور جنوں کے پیغمبرؐ ہیں جو سارے

گواہوں سے زیادہ سچے گواہ ہیں۔

۷۔ قال کو چھوڑ اور حال کا دروازہ کھٹکھٹا۔ اعمال کی تاریکی پر حق کی روشنی ڈال۔

۸۔ بادشاہی کے لباس میں درویش کی طرح رہ آنکھ کو کھلی رکھ اور خدا کی فکر کر۔

۹۔ تو ہر عمل کا مقصد خدا سے قربت پیدا کرنا رکھ تاکہ تجھ سے خدا کا جلال ظاہر ہو۔

۱۰۔ اگر مقصد کوئی اور ہے تو صُلح بھی برائی بن جاتی ہے۔ اگر خدا مقصود ہے تو جنگ بھی بھلائی ہے۔

۱۱۔ اگر ہماری تلوار سے حق بلند نہ ہو تو قوم کے لئے جنگ کوئی بلند مرتبے کی بات نہیں۔

۱۲۔ حضرت شیخ میاںمیرؒ وہ بزرگ تھے جن کی جان کے نور سے ہر چھپا ہوا بھید روشن ہو جاتا تھا۔

۱۳۔ وہ رسولِ خداؐ کے طریقہ پر مضبوطی سے قائم تھے اور عشق و محبت کے نغموں کے لئے بانسری تھے۔

۱۴۔ ان کا مزار ہمارے شہر کی خاک کے لئے ایمان ہے اور ہمارے لئے نورِ ہدایت کی مشعل ہے۔

۱۵۔ اُن کے در پر آسمان پیشانی رگڑتا تھا اور ان کے مریدوں میں ہندوستان کا بادشاہ تھا۔

۱۶۔ بادشاہ نے اپنے دل میں لالچ کا بیج بویا تھا اور ملکوں کو فتح کرنے کا قصد رکھتا تھا۔

۱۷۔ ہوس نے اس کی جان میں آگ لگا رکھی تھی اور اس نے اپنی تلوار کو یہ کلمہ سکھا رکھا تھا کہ "کیا کچھ اور ہے"۔

۱۸۔ دکن میں بہت سے ہنگامے بپا تھے اور اس کا لشکر میدان جنگ میں تھا۔

۱۹۔ وہ آسمان جیسی بزرگی والے شیخ کے پاس گیا تاکہ وہ دعا سے مالامال ہو۔

۲۰۔ مسلمان دنیا سے حق کی جانب دوڑتا ہے۔ دعا سے اپنی تدبیر کو پختہ کرتا ہے۔

۲۱۔ شیخ بادشاہ کی بات پر خاموش رہے۔ درویشوں کی محفل بھی سننے کے لئے سراپا گوش ہو گئی۔

۲۲۔ یہاں تک کہ ایک مرید ایک چاندی کا سکہ ہاتھ میں لے کر بولا اور مہرِ خاموشی کو اس نے توڑا۔

۲۳۔ اس نے کہا یہ حقیر نذرانہ مجھ سے قبول فرمائیں، آپ جو کہ حق سے بھٹکنے والوں کا ہاتھ تھام لیتے ہیں۔

۲۴۔ میرے جسم نے محنت کے پسینے میں کئی غوطے لگائے تب میرے دامن کی گرہ میں ایک درہم آیا۔

۲۵۔ شیخ نے کہا کہ یہ سکہ ہمارے بادشاہ کا حق ہے وہی جو کہ شاہی لباس میں سائل ہے۔

۲۶۔ وہ سورج، چاند اور ستاروں پر حکمراں ہے مگر ہمارا بادشاہ سب سے زیادہ مفلس انسان ہے۔

۲۷۔ اس کی آنکھیں اجنبی لوگوں کے خوان پر جمی ہیں اور اس کی

پیاس کی آگ نے ایک عالم کو جلا ڈالا ہے۔

۲۸۔ قحط اور طاعون اُس کی تلوار کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اُسکی تعمیر سے ایک عالم ویرانہ بن گیا ہے۔

۲۹۔ اس کی ناداری سے مخلوق فریاد کرتی ہے اور اُس کی تنگ دستی سے وہ کمزوروں کو دُکھ دے رہا ہے۔

۳۰۔ اس کی شان شوکت دنیا والوں کی دشمن ہے۔ انسان قافلہ ہیں اور وہ رہزن ہے۔

۳۱۔ خود کو دھوکا دینے والے خیال اور فکرِ خام سے وہ تباہی و بربادی کو تسخیر کا نام دیتا ہے۔

۳۲۔ شاہی لشکر اور دشمن کی فوجیں دونوں اُس کی ہوس کی تلوار سے دو ٹکڑے ہیں۔

۳۳۔ فقیر کی بھوک، فقیر کی جان کے لئے آگ ہے۔ لیکن بادشاہ کی بھوک ملک و ملت کو فنا کر دیتی ہے۔

۳۴۔ جو بھی اللہ کے سوا کسی اور کی خاطر خنجر کھینچتا ہے، اس کی تلوار خود اُس کے سینے میں اُترتی ہے۔

میر نجات نقشبند معروف بہ بابائے صحرائی کی نصیحتیں جو کہ انھوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے تحریر فرمائی ہیں

۱۔ اے کہ تو مٹی سے پھول کی طرح بڑھا ہے؛ تو خودی کے بطن سے

پیدا ہوا۔

۲۔ خودی کو نہ چھوڑ جس کا انجام بقا ہو وہ زندگی بسر کر، قطرے کی طرح رہ لیکن سمندر پی جانے والا بن۔

۳۔ تو کہ خودی کے نور سے جگمگا رہا ہے، اگر خودی کو پختہ کرے تو دوام حاصل کر لے۔

۴۔ اسی شوق و جنوں کے دامن میں نفع ہے۔ اسی سامان کی حفاظت میں آقائی ہے۔

۵۔ تو ہستی کا مالک ہے اور عدم سے خوفزدہ ہے۔ میں تجھ پر قربان تو نے غلط سمجھا۔

۶۔ کیونکہ میں زندگی کے ساز و سامان سے واقف ہوں، میں تجھے بتاتا ہوں کہ زندگی کا راز کیا ہے

۷۔ موتی کی طرح اپنے میں غوطہ لگانا۔ پھر اپنی خلوت گاہ سے سر باہر نکالنا۔

۸۔ راکھ کے نیچے چنگاریاں سمیٹنا۔ شعلہ بن کر بھڑکنا اور نظروں کو جلا دینا۔

۹۔ چالیس سالہ محنت کا قصہ تمام کر، اپنا طواف خود کر اور چکر کھانے والا شعلہ بن۔

۱۰۔ کسی دوسرے کے طواف سے آزاد ہونا اور خود کو کعبہ سمجھنا زندگی ہے

۱۱۔ اپنے پر کھول اور خاکی کشش سے آزاد ہو۔ پرندے کی طرح گرنے سے بے خوف ہو جا۔

۱۲۔ اے صاحب عقل و ہوش، اگر تو اڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو

غار کے منھ پر اپنا آشیاں نہ بنا۔

۱۳۔ اگر تو علوم حاصل کرنے کے در پے ہے تو میں تجھے رومی کا پیغام پہنچاتا ہوں۔

۱۴۔ اگر علم کو تو جسم پر ڈالے گا تو وہ سانپ بن جائے گا اور اگر اسے دل پر ڈالے گا تو وہ دوست بن جائے گا،

۱۵۔ کیا تو روم کے اس استاد کے قصے سے واقف ہے جو طلب میں علوم کا درس دیتے تھے۔

۱۶۔ ان کے پیر عقلی دلائل کی زنجیر میں تھے اور ان کی کشتی عقل کے اندھیرے سمندر میں طوفان سے دو چار تھی۔

۱۷۔ وہ ایسے موسیٰ تھے جو عشق کے کوہ سینا سے محروم تھے اور عشق اور عشق کے جنوں سے ناواقف تھے۔

۱۸۔ کبھی وہ مشکک فلسفیوں کا ذکر کرتے اور کبھی اشراقیوں کے بارے میں بتاتے اور اپنی حکمت سے سینکڑوں چمکدار موتی پروتے

۱۹۔ (ارسطو کے پیرو) مشائی مفکرین کے اقوال کی گتھیاں سلجھاتے اور اُن کی فکر کی روشنی ہر راز کو ظاہر کرتی۔

۲۰۔ ان کے آس پاس کتابوں کے انبار رہتے اور ان کے ہونٹوں پر کتابوں کے رموز کی تشریحات رہتیں۔

۲۱۔ شیخ کمال الدین جنیدیؒ کے ارشاد سے شمس تبریزیؒ نے ملا جلال الدین رومی کے مکتب کی راہ ڈھونڈھی۔

۲۲۔ پوچھا یہ شور اور بحث و مباحثہ کیا ہے۔ یہ قیاس، وہم اور استدلال کیا چیز ہے۔

۲۳۔ مولانا نے فرمایا: اے نادان خاموش رہ اور دانشمندوں کی گفتگو پر نہ ہنس۔

۲۴۔ میرے مکتب سے تو باہر چلا جا، یہ قیل و قال ہے۔ تیرا اس سے کیا کام۔

۲۵۔ میری بات تری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس سے عقل کا آئینہ روشن ہوتا ہے۔

۲۶۔ مولانا کی گفتگو سے شمس تبریزیؒ کے سوزِ دل میں اضافہ ہوا اور اُن کے دل سے ایک آگ بلند ہوئی۔

۲۷۔ زمین پر اُن کی نگاہ کی بجلی گری اور اُن کی سانس کے سوز سے مٹی سے شعلے اٹھنے لگے۔

۲۸۔ آتشِ دل نے عقل کے خرمن کو جلا دیا اور اس فلسفی کے دفتر کو جلا کر پاک کر دیا۔

۲۹۔ مولانا روم عشق کے کرشمے سے ناواقف اور عشق کے نغموں سے بے خبر تھے۔

۳۰۔ پوچھا تو نے یہ آگ کیونکر بھڑکائی اور حکمت والوں کے دفتر کو جلا ڈالا۔

۳۱۔ شمس تبریزیؒ نے کہا: اے زُنار دار مسلم یہ ذوق و حال ہے تیرا اس سے کیا کام۔

۳۲۔ ہمارا حال تیری فکر سے بالاتر ہے۔ ہمارا شعلہ سرخ کیمیا ہے جس سے تانبہ سونا بن جاتا ہے۔

۳۳۔ تو حکمت کے برف سے ساز و سامان بناتا ہے اور تیری

فکر کے بادل سے اولے برستے ہیں۔

۳۴۔ اپنے خس و خاشاک سے آگ پیدا کر۔ اپنی خاک سے شعلہ تعمیر کر۔

۳۵۔ مسلمان کا علم دل کے سوز سے کمال حاصل کرتا ہے۔ زائل ہونے والی چیزوں کا ترک کرنا اسلام کا مطلب ہے۔

۳۶۔ جس طرح زائل ہونے والی چیزوں کی بندش سے جب حضرت ابراہیمؑ نے نجات پائی تو وہ شعلوں کے درمیان بے تکلف بیٹھ گئے۔

۳۷۔ تو نے علم حق کو پس پشت ڈال دیا۔ روٹی کی خاطر تو نے دین کی پونجی ہار دی۔

۳۸۔ تو سرمے کی تلاش میں سرگرداں ہے اور اپنی سیاہ آنکھوں سے واقف نہیں۔

۳۹۔ خنجر کی دھار سے آبِ حیات اور اژدہے کے منہ سے کوثر کا طلب گار ہے۔

۴۰۔ بتخانے میں حجر اسود اور دیوانے کتے سے مشک کا نافہ چاہتا ہے۔

۴۱۔ دورِ حاضر کی حکمت میں سوزِ عشق نہ ڈھونڈ۔ اس کافر کے جام میں حق کا سرور تلاش نہ کر۔

۴۲۔ مدتوں میں دوڑ بھاگ میں لگا رہا ہوں۔ نئی حکمت کے راز ہا سے واقف ہوں۔

۴۳۔ باغبانوں نے میرا امتحان لیا ہے اور مجھے اس گلستان کا رازداں بنایا ہے۔

۴۴۔ یہ گلستان عبرت کا ایک لالہ زار ہے جس طرح کاغذ کا

پھول خوشبو کا ایک دھوکا ہوتا ہے۔

۴۵۔ کیونکہ میں اس گلستان کی بندش سے آزاد ہو گیا ہوں اس لئے میں نے طوبیٰ کی شاخ پر اپنا نشیمن بنایا ہے۔

۴۶۔ موجودہ زمانے کے علوم و فنون ایک بڑا پردہ ہیں۔ وہ بتوں کی پرستش کرنے والے، بت بیچنے والے اور بت بنانے والے ہیں۔

۴۷۔ ان کے پیر ظاہری اسباب میں جکڑے ہوئے ہیں اور محسوسات کے حدود سے باہر نہیں نکل سکتے۔

۴۸۔ زندگی کی راہ میں وہ تھک کر گر پڑے ہیں اور انھوں نے خود اپنے گلے پر خنجر رکھ لیا ہے۔

۴۹۔ وہ آگ رکھتے ہیں لیکن لالے کی طرح ٹھنڈی۔ وہ شعلہ رکھتے ہیں لیکن اولے جیسا سرد۔

۵۰۔ اُن کی فطرت سوز عشق سے آزاد ہے اور تلاش و جستجو کی اس دنیا میں وہ محروم و ناشاد ہیں۔

۵۱۔ عشق، عقل کی بیماریوں کے لئے ایک معالج (افلاطون) ہے اُس کے نشتر سے عقل کا فساد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

۵۲۔ ساری دنیا عشق کو سجدہ کرنیوالی اور اُسکی سجدگاہ ہے۔ عقل کے سومنات کے لئے عشق محمود ہے۔

۵۳۔ عقل کی صراحی میں عشق کی یہ کہنہ شراب نہیں ہے۔ عقل کی راتیں "یارب" کے شور سے بے نصیب ہیں۔

۵۴۔ تو نے اپنے شمشاد کی قدر و قیمت نہ پہچانی۔ دوسروں کے سرو کو تو بلند سمجھتا رہا۔

۵۵۔ بانسری کی طرح تونے خود کو اپنے آپ سے خالی کر دیا اور دوسروں کے نغموں پر اپنا دل لگایا۔

۵۶۔ اے دوسروں کے دستر خوان سے ٹکڑوں کی بھیک مانگنے والے تو دوسروں کی دوکان پر اپنی ہی چیز ڈھونڈھتا ہے۔

۵۷۔ مسلمان کی محفل دوسروں کے چراغ سے جل گئی اور اس کی مسجد کو بت خانے کی چنگاری سے آگ لگ گئی۔

۵۸۔ جیسے ہی ہرن کعبے کے حدود سے نکل کر بھاگا۔ شکاری کے تیر نے اُس کے پہلو کو چیر کر رکھ دیا۔

۵۹۔ پھول کی پنکھڑیاں اُس کی خوشبو کی طرح پریشان ہوگئیں، اے ذرہ جو اپنے آپ سے بھاگ رہا ہے۔ اپنی طرف ذرا واپس آ۔

۶۰۔ اے ذرہ جو قرآن کی حکمت کا امین ہے۔ اپنی کھوئی ہوئی وحدت کو پھر خود حاصل کرلے۔

۶۱۔ ہم جو کہ ملت کے قلعے کے پاسبان ہیں۔ ہم اپنی ملت کا شیوہ چھوڑ کر کافر کی طرح ہیں۔

۶۲۔ پرانے ساقی کا ساغر ٹوٹ گیا اور حجازی شراب کے مستوں کی بزم منتشر ہوگئی۔

۶۳۔ کعبہ ہمارے بتوں سے آباد ہے۔ کفر ہمارے اسلام کی ہنسی اڑا رہا ہے۔

۶۴۔ بتوں کے عشق میں شیخ نے اسلام کو ہار دیا اور زنار کو اپنی تسبیح کا دھاگا بنا لیا۔

۶۵۔ پیر، بالوں کی سفیدی سے پیر ہوئے۔ اور گلی کوچے میں مذاق

کا سامان بن گئے۔

۶۶۔ اُن کا دل "لاالٰہ" کے نقش سے محروم ہے اور خواہشات کے بتوں سے وہ بت خانہ بن گیا ہے۔

۶۷۔ ہر بڑے بالوں والا گدڑی پوش بن گیا۔ افسوس کہ یہ وہ سوداگر ہیں جو دین کو فروخت کرتے ہیں۔

۶۸۔ مُریدوں کے ساتھ دن رات سفر میں مصروف ہیں اور قوم کی ضرورتوں سے بے خبر ہیں

۶۹۔ اُن کی آنکھیں نرگس کی طرح بے نور ہیں۔ اور ان کے سینے دل کی دولت سے عاری ہیں۔

۷۰۔ سب واعظ اور صوفی مرتبے کے پجاری ہیں (اور اُنکی وجہ سے) ملت اسلامیہ کا اعتبار ختم ہو گیا۔

۷۱۔ ہمارے واعظوں کی آنکھیں بُت خانے پر لگی ہیں ہمارے روشن دین کے مفتی فتوے بیچتے ہیں۔

۷۲۔ جب ہمارے پیر و مرشد نے شراب خانے کا رخ کر لیا ہو تو پھر دوستو! اس کے بعد ہمارے لئے کیا تدبیر ہے۔

وقت تلوار ہے

۱۔ امام شافعیؒ کی خاک پاک سبز ہو۔ ایک عالم اُنکی انگور کی بیل سے سرشار ہے

۲۔ اُنکی فکر نے آسمان سے تارے چُنے ہیں۔ اُنھوں نے وقت کو کاٹنے والی تلوار کا نام دیا ہے۔

۳۔ میں کیا بتاؤں کہ اس تلوار کا راز کیا ہے.. اُسکی دھار زندگی سے سازنہ

ساماں حاصل کرتی ہے۔

۴۔ اس کا مالک خوف و امید سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ اس کا ہاتھ حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔

۵۔ اس کی ایک ضرب سے پتھر پانی ہو جاتا ہے اور سمندر اپنی تری سے محروم ہو جاتا ہے۔

۶۔ حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں یہی تلوار تھی۔ ان کا کام تدبیر سے بالاتر تھا۔

۷۔ انھوں نے بحرۂ احمر کا سینہ چاک کر دیا اور سمندر کو زمین کی طرح خشک کر دیا

۸۔ حضرت علیؓ کا ہاتھ جس نے خیبر کو فتح کیا اس کی قوت اسی تلوار سے تھی۔

۹۔ چکر لگانے والے آسمان کی گردش دیکھنے کے قابل ہے۔ دن اور رات کی تبدیلی سمجھنے کے لائق ہے۔

۱۰۔ اے وہ کہ ماضی و مستقبل کا اسیر ہے نظر کر۔ اپنے دل میں ایک دوسرا جہاں دیکھ۔

۱۱۔ تو اپنی مٹی میں تاریکی کا بیج بوتا ہے اور وقت کو ایک قطعۂ زمین کی طرح سمجھتا ہے۔

۱۲۔ پھر تری فکر زمانے کی لمبائی رات و دن کے پیمانے سے ناپتی ہے۔

۱۳۔ تو نے اس سلسلے کو اپنے کاندھے پر ڈالے جانے والا زنار بنا لیا ہے اور تو بتوں کی طرح باطل فروش بن گیا ہے۔

۱۴۔ تو کیمیا تھا اور مٹھی بھر خاک ہو گیا ہے۔ تو رات کی طرح پیدا ہوا اور باطل بن گیا۔

۱۵۔ اگر تو مسلمان ہے تو اس زنار سے آزاد ہو اور آزاد لوگوں کی ملت کی شمع محفل بن۔

۱۶۔ تو جو کہ زمانے کی اصلیت سے واقف نہیں، دائمی زندگی سے کبھی آگاہ نہیں۔

۱۷۔ تو کب تک روز و شب میں اسیر رہے گا۔ زمانے کا راز تو (حدیث نبوی)، "لی مع اللہ وقت" (میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہوتا ہے) سے سمجھ

۱۸۔ یہ دورِ وقت کی رفتار سے ظاہر ہیں یہ زندگی، وقت کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔

۱۹۔ وقت کی اصل سورج کی گردش نہیں۔ وقت دائمی ہے اور سورج دائمی نہیں۔

۲۰۔ مسرت اور غم، عاشورہ اور عید سب وقت ہیں۔ چاند اور سورج کی چمک کا راز وقت ہے۔

۲۱۔ تونے وقت کو مکان کی طرح پھیلا ہوا قرار دے لیا ہے اور تونے ماضی اور مستقبل کا امتیاز پیدا کر لیا ہے۔

۲۲۔ اے وہ جو خوشبو کی طرح اپنے باغ سے نکل بھاگا۔ تونے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا قید خانہ بنا لیا ہے۔

۲۳۔ ہمارا وقت وہ ہے جس نے ابتدا اور انتہا نہیں دیکھی۔ وہ ہمارے ضمیر کی کیاری سے ابھرتا ہے۔

۲۴۔ جو زندہ ہے وہ اس کی اصل سے واقفیت سے زندہ تر ہوتا ہے اس کی ہستی، صبح سے زیادہ چمکدار ہے۔

۲۵۔ زندگی زمانے سے اور زمانہ زندگی سے ہے۔ رسولؐ خدا کا ارشاد ہے کہ "زمانے کو برا بھلا مت کہو"۔

۲۶۔ میں تجھے ایک نکتہ بتاتا ہوں جو موتی کی طرح تابناک ہے، تاکہ تو غلام

اور آزاد کے درمیان فرق کون سمجھے۔

۲۷۔ غلام وہ ہے جو دن اور رات کے چکر میں گم ہے، آزاد کے دل میں زمانہ گم ہو جاتا ہے۔

۲۸۔ غلام دنوں کے کفن بنتا ہے۔ روز و شب کو اپنے پر تانتا رہتا ہے۔

۲۹۔ مرد آزاد خود کو خاک سے باہر نکال لیتا ہے اور اپنے کو زمانے پر تان دیتا ہے۔

۳۰۔ غلام، پرندے کی طرح صبح و شام کے جال میں ہے اور اس نے پرواز کی لذت کو اپنے پر حرام کر لیا ہے۔

۳۱۔ آزاد کا سینہ جس میں تیز و طرار سانس ہے، زمانے کے پرندے کے لئے پنجرہ بن جاتا ہے۔

۳۲۔ غلام کمینگی ہے جو حاصل ہو جائے اسی پر قناعت۔ اس کی فطرت ہے، اس کے جی پر جو گذرتی ہے اس میں کوئی انوکھا پن نہیں ہوتا۔

۳۳۔ کاہلی سے وہ جہاں کا ہے نہیں کا ہو جاتا اور صبح و شام اسکے تابے نابے ہیں۔

۳۴۔ آزاد کا کام ہر دم نئی چیزیں پیدا کرنا ہے۔ اس کے ساز سے لگاتار نئے نغمے نکلتے رہتے ہیں۔

۳۵۔ اس کی فطرت تکرار کی زحمت نہیں اٹھاتی۔ اس کا راستہ پرکار کا دائرہ نہیں ہوتا۔

۳۶۔ غلام کے لئے زمانہ محض ایک زنجیر ہے۔ اور اس کے ہونٹوں پر تقدیر کے علاوہ اور کوئی کلمہ نہیں۔

۳۷۔ آزاد کی ہمت قضا کو مشورہ دیتی ہے۔ اس کے ہاتھ سے حادثات صورت اختیار کرتے ہیں۔

۳۸۔ جو گذر گیا اور جو آنے والا ہے وہ اُس کے وجود میں ہے۔ اُسکی جلدی میں دیریں آسودہ ہوتی ہیں۔

۳۹۔ یہ بات آواز و آہنگ کے قواعد سے آزاد ہے اور عقل میں اس کی سمائی نہیں ہوتی۔

۴۰۔ میں نے کہا تو لیکن میرے لفظ معنی سے شرمندہ ہیں۔ معنی کو یہ شکایت ہے کہ مجھے حروف سے کیا کام۔

۴۱۔ زندہ معنی جب حروف کی تشکل اختیار کرتے ہیں تو مردہ ہو جاتے ہیں تیری سانس سے اُس کی آگ بجھ جاتی ہے۔

۴۲۔ کیا غائب ہے اور کیا حاضر ہے اس کا نکتہ دل کے اندر ہے ہی طرح زمانے اور اس کی رفتار کا راز دل سے متعلق ہے۔

۴۳۔ نغمۂ خاموش میں وقت کا ساز ہے۔ تو اپنے دل میں غوطہ لگا تاکہ تو وقت کا راز پاسکے۔

۴۴۔ وہ زمانہ بھی تھا جب کہ زمانے کی تلوار کو ہماری قوت سے یاری تھی۔

۴۵۔ ہم اپنے دلوں کے کھیت میں دین کا بیج بوتے تھے اور حقیقت کے چہرے سے ہم پردہ اٹھاتے تھے۔

۴۶۔ ہمارے ناخن دنیا کی گتھیاں سلجھاتے تھے اور ہمارے سجدوں سے اس خاک کا نصیب کھلتا تھا۔

۴۷۔ حقیقت کے خم سے ہم گلرنگ شراب پیتے تھے اور پرانے شرابخانوں پر ہم چھاپے مارتے تھے۔

۴۸۔ وہ کہ پرانی شراب تیری صراحی میں ہے۔ تیری شراب کی گرمی سے شیشہ پانی ہوا جاتا ہے۔

۴۹۔ تو اپنے غرور، نخوت، تکبر اور خود پرستی سے ہماری مفلسی پر طعنہ کستا ہے۔

۵۰۔ ہمارا جام کبھی بزم کی زینت بن چکا ہے اور ہمارے سینے میں بھی دل رہ چکا ہے۔

۵۱۔ نیا زمانہ جن جلوؤں سے آراستہ ہے وہ ہمارے قدموں سے اٹھنے والی دھول سے پیدا ہوئے ہیں۔

۵۲۔ حقیقت کی کھیتی ہمارے خون سے سیراب ہوئی ہے۔ دنیا بھر کے حق پرست ہمارے احسان مند ہیں۔

۵۳۔ ہم سے دنیا کو تکبیر ملی ہے۔ ہماری خاک سے کعبے تیار ہوئے ہیں

۵۴۔ خدا نے لفظ "اِقرأ" (پڑھ) ہمیں تعلیم کیا تھا۔۔ اور اپنا رزق ہمارے ہاتھوں تقسیم کرایا تھا۔

۵۵۔ اگرچہ ہمارے ہاتھ سے تاج و نگیں جاتے رہے پھر بھی ہم غریبوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو۔

۵۶۔ تمہاری نظر میں ہم نقصان کا سودا کرنے والے، پرانے خیال کے اور ذلیل و خوار ہیں۔

۵۷۔ لیکن ہم توحید کی وجہ سے اپنا اعتبار رکھتے ہیں اور ہم دونوں جہانوں پر نظر رکھنے والے ہیں

۵۸۔ ہم حال و مستقبل کے غم سے آزاد ہیں اور کسی کے ساتھ پیمانِ محبت میں بندھے ہوئے ہیں۔

۵۹۔ ہم خدا کے دل میں ایک چھپا ہوا راز ہیں۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ کے وارث ہیں۔

۶۰۔ اب بھی سورج اور چاند ہماری روشنی سے منور ہیں۔ ہمارا ابر اب بھی بجلیاں رکھتا ہے۔

۶۱۔ ہماری ذات، ذاتِ حق کی آئینہ ہے۔ مسلمان کی ہستی، خدا کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

دُعا

۱۔ اے (خدا) کہ تو کائنات کے وجود میں جان کی طرح ہے، تو ہماری جان ہے اور ہم سے دور بھاگ رہا ہے۔

۲۔ تیرے فیض سے زندگی کے ساز میں نغمہ ہے۔ تیری راہ میں موت ایسی ہے جس پر زندگی رشک کرتی ہے۔

۳۔ پھر ہمارے غمگین دل کی تسکین بن۔ پھر ہمارے سینوں میں آکر بس جا۔

۴۔ پھر ہم سے ہمارا ننگ و نام چاہ ۔ ہمارے جیسے (خام) عاشقوں کو زیادہ پختہ کر۔

۵۔ ہمیں اپنے مقدر سے شکوے ہیں تیری قیمت بہت اونچی ہے اور ہم مفلس ہیں۔

۶۔ مفلسوں سے تو اپنا حسین چہرہ نہ چھپا۔ سلمانؓ اور بلالؓ کا عشق عام کر دے۔

۷۔ ہمیں (چشم) بے خواب اور دلِ بے تاب دے۔ پھر ہمیں پارے کی صفت دے۔

۸۔ اپنی روشن نشانیوں میں سے ایک نشانی دکھا، تا کہ دشمنوں

کی گردنیں جھک جائیں۔

۹۔ اس گھاس کو آگ اُگلنے والا پہاڑ بنا دے۔ ہماری آگ سے اللہ کے علاوہ ہر دوسری چیز کو جلا دے۔

۱۰۔ جب سے قوم نے اپنے ہاتھ سے وحدت کا رشتہ چھوڑا۔ ہمارے کام میں سینکڑوں گتھیاں پڑ گئیں۔

۱۱۔ ہم دنیا میں ستاروں کی طرح منتشر ہو گئے اور ہمدم ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے بیگانہ ہو گئے۔

۱۲۔ پھر سے ان (بکھرے ہوئے) ورقوں کو ایک ساتھ باندھ دے اور پھر محبت کے شیوے کو تازہ کر دے۔

۱۳۔ پھر ہمیں وہ خدمت دے دے جو ہمارے لئے مقرر کی گئی تھی۔ اپنا کام تو اپنے عاشقوں کو سپرد کر دے۔

۱۴۔ راہ پر چلنے والوں کو اطاعت کی منزل بخش اور حضرت ابراہیمؑ کی قوت ایمان عطا کر۔

۱۵۔ عشق کو "لا" کے شغل سے واقف بنا اور "الا اللہ" کے ساز سے آشنا کر

۱۶۔ میں کہ دوسروں کی خاطر شمع کی طرح جلتا ہوں۔ میں اپنی محفل کو شمع کی طرح رونا تعلیم کرتا ہوں۔

۱۷۔ اے خدا وہ آنسو (دے) کہ اس سے دل روشن ہو جائے اور بیقرار اور مضطر کر دے اور آرام کو تباہ کر دے۔

۱۸۔ اسے باغ میں بو دوں اور اس سے آگ اُگے۔ لالہ کی قبا سے آگ برآمد ہونے لگے۔

۱۹۔ میرا دل ماضی میں اور میری نگاہ مستقبل پر رہی اور میں بھری انجمن میں تنہا ہوں۔

۲۰۔ (بقول رومی) ہر شخص اپنے گمان سے میرا دوست بن گیا لیکن میرے اندر سے میرا راز پانے کی کوشش نہ کی۔

۲۱۔ اے خدا دنیا میں میرا رفیق کہاں ہے۔ میں شجر طور ہوں، میرا کلیم کہاں ہے۔

۲۲۔ میں خود ظالم ہوں۔ میں نے اپنے اوپر ستم کئے ہیں۔ میں اپنی بغل میں شعلے کی پرورش کرتا ہوں۔

۲۳۔ ایسا شعلہ جس نے ہوش کا سامان تباہ کر ڈالا اور جس نے سمجھ کے دامن کو آگ لگا دی۔

۲۴۔ اس نے عقل کو دیوانگی کا سبق دیا اور علم کا سامان ہستی جلا ڈالا۔

۲۵۔ اس کے سوز سے سورج نے آسمان پر مقام ڈھونڈا اور بجلیاں اس کے طواف میں ہمیشہ لگی ہیں۔

۲۶۔ میں شبنم کی طرح آنسو برسانے آنکھ بنا یہاں تک کہ میں اس آتش پنہاں کا امانت دار رہا۔

۲۷۔ میں نے شمع کو کھلے طور پر جلنا سکھایا اور خود دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ جلتا رہا۔

۲۸۔ آخر کار میرے ہر بال سے شعلے بلند ہونے لگے۔ میری فکر کی رگوں سے آگ ٹپکنے لگی۔

۲۹۔ میری بلبل چنگاریوں کے دانے چننے لگی اور آگ کی کیفیت رکھنے والے نغمے پیدا کرنے لگی۔

۳۰۔ میرے زمانے کا سینہ دل سے خالی ہے۔ مجنوں تڑپ رہا ہے کہ محمل خالی ہے۔

۳۱۔ شمع کو تنہا جلنا آسان نہیں۔ آہ میرا ایک پروانہ بھی (مجھ پر قربان ہونے کے) اہل نہیں۔

۳۲۔ غمخوار کا انتظار کب تک۔ رازدار کی تلاش کب تک۔

۳۳۔ اے وہ کہ تیرے چہرے سے چاند اور ستارے نور کی طلبگار ہیں۔ تو اپنی آگ کو میری جاں سے واپس لے لے

۳۴۔ یہ امانت میرے سینے سے واپس لے لے۔ میرے آئینے سے جوہر کا کانٹا نکال دے۔

۳۵۔ یا مجھے ایک پرانا رفیق دے اور ساری دنیا کو پھونک دینے والے عشق کے لئے آئینہ دے۔

۳۶۔ سمندر میں ایک موج دوسرے موج کے پہلو میں پیوست رہتی ہے۔ اپنے ہمدم کے ساتھ تڑپنا موج کی فطرت ہے۔

۳۷۔ آسمان پر ایک ستارہ دوسرے ستارے کا ساتھی ہے۔ روشن چاند رات کے زانو پر سر رکھے ہوئے ہے۔

۳۸۔ دن تاریک رات سے پہلو لگائے بیٹھا ہے اور آج کا دن خود کو آنے والے کل سے جوڑتا ہے۔

۳۹۔ ایک ندی کی ہستی دوسری ندی میں گم ہو جاتی ہے۔ ہوا کی لہر خوشبو میں کھو جاتی ہے۔

۴۰۔ ویرانے کے ہر گوشے میں رقص ہے۔ دیوانہ، دیوانے سے ملا کرتا ہے۔

۴۱۔ اگرچہ تو اپنی ذات میں یکتا ہے۔ تو نے بھی ایک عالم کو اپنی خاطر آراستہ کیا ہے۔

۴۲۔ میں لالۂ صحرا کی طرح ہوں اور انجمن کے درمیان تنہا ہوں۔

۴۳۔ میں تیری مہربانی سے چاہتا ہوں کہ تو مجھے ایک ایسا دوست رفیق دے جو میری فطرت کے اسرار کا رازداں ہو۔

۴۴۔ ایک ایسا ساتھی جو دیوانہ بھی ہو، اور ہوشیار بھی اور این و آں کے خیال سے بیگانہ بھی۔

۴۵۔ تاکہ میں اپنی آگ اُس کی جان کے سپرد کر دوں اور اس کے دل میں پھر اپنا چہرہ دیکھوں۔

۴۶۔ اپنی ایک مٹھی بھر خاک سے میں اس کا پیکر بناؤں۔ میں اُس کے لئے بت بھی بنوں اور اُس کا آذر بھی۔

ڈاکٹر اقبال کے فارسی کلام کے

اردو تراجم

(۱) رموزِ بیخودی

(۲) پیامِ مشرق

(۳) زبورِ عجم

(۴) جاوید نامہ

(۵) پس چہ باید کرد

ڈاکٹر اقبال کی ان فارسی تصانیف کا سادہ اور سلیس زبان میں مختصر اور جامع اردو ترجمہ بھوپال بک ہاؤس بھوپال بہت جلد پیش کرے گا۔ ستھری کتابت، نفیس طباعت اور کم قیمت کی بناء پر یہ سیٹ اقبال صدی کے موقع پر ایک نادر تحفہ ہوگا۔

اردو شاعری کے مطالعے کیلئے حوالے کی اولین تصنیف

اساتذہ شاعری میں مستعمل

تلمیحات و مصطلحات

از

ڈاکٹر سید حامد حسین

جو انگریزی زبان میں موجود حوالے کی کتابوں کے نمونے پر دس سال کی محنت کے بعد تیار کی گئی ہے جس میں اردو شاعری میں مستعمل تاریخی واقعات قرآنی حوالوں شاہنامے اور دوسری منظومات میں مذکور افراد اور نجوم تصوف فلسفہ اور جنگ وغیرہ کی اصطلاحات پر توضیحی اندراجات شامل ہیں۔

قیمت تین روپے

ملنے کا پتہ

بھوپال بک ہاؤس بدھوارہ بھوپال

ہماری شائع کردہ درسی کتب اور نوٹس

۱	آسان اردو قاعدہ	/۵۰	شرح ہماری کتاب نثر درجہ نہم	۲/=
۲	آسان اردو خوشخطی نمبر ۱	/۶۰	" " نظم درجہ نہم	۱/۷۵
۳	آسان اردو پہاڑہ	/۲۵	شرح ہماری کتاب نثر درجہ دہم	۲/=
۴	آسان حساب حصہ اول	۱/=	" " " نظم درجہ دہم	۱/=
۵	آسان حساب حصہ دوم	۱/=	خلاصہ جاں نثاران ہند	۱/=
۶	آسان حساب حصہ پنجم	۲/۵۰	شرح ادبی شیرازے نثر	۲/=
۷	رہبر جغرافیہ حصہ اول	[illegible]	" " " نظم	۲/۵۰
۸	بھوپال کا جغرافیہ	۱/۲۵	خلاصہ پسندیدہ افسانے	۱/۵۰
۹	مدھیہ پردیش کا جغرافیہ	۱/۷۰	واردات ایک نظر میں	۱/=
۱۰	جغرافیہ ہند	۲/=	تذکرہ یادگار غالب	۲/=
۱۱	آسان فارسی حصہ اول	۱/۵۰	شرح نصاب اردو نظم اول	۶/=
۱۲	تاریخ عالم	۵/۵۰	" " " حصہ دوم	۳/=
۱۳	اردو گائڈ نمبر ۵	۱/۵۰	" قصائد برائے بی اے سال دوم	[illegible]
۱۴	اردو گائڈ نمبر ۶	۱/۲۵	" نصاب اردو نثر حصہ اول	۴/۵۰
۱۵	شرح اردو بال بھارتی نمبر ۶	۲/۵۰	" " حصہ دوم	۴/۵۰
۱۶	" " نمبر ۷	۲/۵۰	چند ادیب	۲/=
۱۷	" " نمبر ۸	۲/۵۰	چند شعراء	۲/۵۰

بھوپال بک ہاؤس بدھوارہ بھوپال

ہماری ادبی کتب

۱	ڈراما انار کلی مع تنقید	مرتب پروفیسر حیدر عباس رضوی	۷/۵۰
۲	اردو ڈراما اور انار کلی	" " " " "	۴/۵۰
۳	اردو شاعری میں مستعمل تلمیحات و مصطلحات	از ڈاکٹر سید عابد حسین	۳۰/-
۴	باغ فکر سودت مع مقطعات ناسخ	" ڈاکٹر محمد خالد عابدی	۸/-
۵	آواز نما (ریڈیائی ڈرامے)	" " " "	۸/-
۶	مکاتیب احتشام	" " اخلاق اثر	۸/-
۷	بالک باغ	" علامہ محوی صدیقی	۶/-
۸	آبشار	" " " "	۴/-
۹	اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ	" " سلیم عابد رضوی	۱۰/-
۱۰	کاروانِ غزل	" باسط بھوپالی مرحوم	۸/-
۱۱	سیرت امیر احمد امیر مینائی	" شاہ محمد ممتاز علی آہ	۱۰/-
۱۲	ادب اور لسانیات	" ایس اے صدیقی	۱۵/-
۱۳	نامہ گل (شعری مجموعہ)	" پروفیسر مختار شمیم	۱۰/-
۱۴	سنگِ آشنا	" قیصر الجعفری	۱۰/-
۱۵	دھوپ کے پھول	" ظفر صہبائی	۶/-
۱۶	موازنہ انیس و دبیر کا تنقیدی مطالعہ	" سید ظہور الاسلام	زیر طبع

ملنے کا پتہ: بھوپال بک ہاؤس بدھوارہ بھوپال